ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟

تفضیل احمد ضیغم

دار الخلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

اہلِ بیت کی محبت میں احادیث کے جھلملاتے چراغ

ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟

تالیف

تفضیل احمد ضیغم

دار الخلد - لاھور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اول: جنوری ۲۰۰۶ء
طابع: موٹروے پریس

فہرست

- انتساب ... ۷
- حرفِ ہم نوا ... ۸
- گلہائے عقیدت ... ۱۲
- محبت کیا ہے؟ ... ۱۴
- اہل بیت سے بغض رکھنے والا دوزخی ہے ... ۱۷
- رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت سے نسبت قیامت والے دن بھی ختم نہ ہوگی ... ۱۸
- نبی کی بیویاں ... ۱۸
- ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لئے اہل بیت کا لفظ ... ۲۰
- سیدنا علی وفاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ... ۲۱
- جن پر صدقہ حرام ہے ... ۲۳
- خانوادۂ حسین احادیث کی روشنی میں ... ۲۴
- حضرت علیؓ سے دشمنی منافق کی علامت ہے ... ۲۵
- سیدنا علیؓ اللہ اور رسول ﷺ کے محبوب ہیں ... ۲۶
- علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے ہوں ... ۲۷
- جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؓ دوست ... ۲۸
- مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ... ۲۸
- تبوک میں علیؓ کو اپنا جانشین بنایا ... ۲۹
- محبت کا یہ بھی انداز ... ۲۹
- علیؓ کے خلاف بات نبی ﷺ کو پسند نہیں ... ۳۰

❀ ام حسنین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ۳۲
❀ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی ۳۳
❀ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی سزا ۳۳
❀ دنیا اور آخرت میں لعنت ۳۴
❀ دردناک عذاب کی وعید ۳۴
❀ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں ۳۵
❀ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا انداز ۳۸
❀ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت ۳۹
❀ ☆ام فاطمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ۴۰
❀ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی محبت ۴۱
❀ ایک ایک ادا یاد تھی ۴۲
❀ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالی اور جبرائیل امین کا سلام ۴۲
❀ امت کی بہترین عورت ۴۳
❀ ☆سیدنا حسنین رضی اللہ عنہما ۴۴
❀ اے اللہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ ۴۴
❀ اللہ و رسول ﷺ کی محبت کے لئے اہل بیت سے محبت کرنا پڑے گی ۴۶
❀ وہ القاب جو زبان نبوت سے ادا ہوئے ۴۶
❀ حسن و حسین رضی اللہ عنہما میرے دو پھول ہیں ۴۷
❀ نواسوں میں ایک نواسہ ۴۷
❀ جنتی مردوں کے سردار ۴۷
❀ میرا یہ بیٹا سردار ہے ۴۸
❀ نبی ﷺ کا حسنین کی خاطر منبر سے نیچے اتر آنا ۴۹

❀ حسنین رضی اللہ عنہما کی خاطر آپ نے سجدہ لمبا کر دیا ۵۲
❀ میرا ماں باپ تجھ پر قربان ہو ۵۴
❀ دنیا میں جنت کی بشارت ۵۸
❀ زبان چوسنے کا شرف ۵۹
❀ حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں ۶۲
❀ ایک سند جو کا مقام ۶۲
❀ صحابہ کو گالی دینا باعث لعنت ہے ۶۳
❀ احادیث بیان کرنے کا شرف ۶۴
❀ صحیح ترین سند ۶۵
❀ پہلی حدیث ۶۶
❀ دوسری حدیث ۶۶
❀ جنہیں رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ چومتے رہے ۶۹
❀ نبی ﷺ کے بوسے کی اہمیت ۷۰
❀ اعزازات ۷۱
❀ نبی ﷺ کی جانب سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ۷۲
❀ چادر مصطفیٰ ﷺ کے سائے میں ۷۳
❀ صحابہ اور محبت اہل بیت ۷۵
❀ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت ۷۵
❀ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت ۷۵
❀ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی نظر میں ۷۶
❀ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ۷۷
❀ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر عالم بیداری میں ۷۸

- ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا ٧٨
- میری امت کی ہلاکت چند بے وقوف جوانوں سے ٨٠
- میدانِ کربلا میں ٨٢
- مولانا داؤد غزنوی کی تحریر ٨٣
- قتلِ حسین رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچی ٨٥
- حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبیداللہ بن زیاد لعین کے سامنے ٨٧
- عبیداللہ بن زیاد کا انجام ٨٩
- محبت اہل بیت میں ڈوبی ہوئی ایک تحریر ٩١
- سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی تحریر ٩١

انتساب

اپنی والدہ محترمہ
کے نام

حرفِ ہم نوا

محترم محمد سلیم جباری صاحب (نائب ایڈیٹر، ماہنامہ علم و آگہی، فیصل آباد)

تاریخ کا مسافر ایسے ویرانے میں پہنچ کر حیران کھڑا ہے کہ جہاں ہر سو انسانوں کے کٹے ہوئے لاشے اور خون بکھرا پڑا ہے۔ لاشے نوجوانوں کے بھی ہیں اور معصوم بچوں کے بھی بلکہ ایک طرف تو شیر خوار بچے کے حلق میں تیر اٹکا ہوا ہے۔ بھلا اس نے کیا جرم کیا ہوگا، دوسری طرف ایک سر ہے کہ نیزے پر اٹکا کر فضا میں لہرا دیا گیا ہے۔ قریب چند خیمے ہیں جنہیں آگ لگائی جا چکی ہے۔ اب ان خیموں سے آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا۔ ان خیموں میں وہ پاکباز عورتیں ہیں جن کے چہروں کو کبھی آسمان نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

وطن سے دور صحرا میں ان عورتوں کا واحد سہارا چند سال کا ایک بچہ ہے اور وہ بھی بیمار۔ جہاں اس معصوم بچے کے کمزور و ناتواں کندھوں پر ان عورتوں کی نگرانی اور کفالت کا بوجھ ہے وہاں اس کی وراثت فقط بے گور و کفن لاشیں ہیں جنہیں دفن کرنے کے لئے اس کا ساتھ دینے والا بھی کوئی نہیں۔

ذرا رکیے! یہ خانہ ویرانی کس کی ہوئی؟ نیزے پر لہراتا ہوا یہ سر کس کا ہے؟ خاک میں اٹے ہوئے یہ ہونٹ کس کے ہیں؟...... ہاں یہ وہی ہونٹ ہیں جنہیں وہ ہونٹ چومتے تھے جن سے وحی کے مقدس پھول جھڑتے تھے، یہ سر وہی ہے جسے جنتی جوانوں کی سرداری کا تاج پہنائے جانے کا وعدہ خود سردارِ دو جہاں نے دیا تھا۔ اب وہ سر تا جپوشی کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ کٹنے والا یہ خاندان وہی تھا جس کی رگوں میں اس نبی کا مقدس خون بہتا تھا جس

نے زندگی بھر کسی کو ذرہ بھر تکلیف نہ دی تھی بلکہ پتھر مارنے والوں کو بھی جھولی پھیلا کر دعائیں دیا کرتا تھا۔

ان قربان ہونے والے جوانوں کو ان پاکباز ہستیوں نے جنم دیا تھا جن کی زندگیاں آسمان سے برسنے والے پانی سے بھی زیادہ پاک و شفاف تھیں۔ خاکِ کربلا پر تڑپنے والی یہ لاش اور نیزے پر لہرایا ہوا یہ سر اس جگر گوشۂ بتول کا تھا جسے ناطقِ وحی نے اپنی مقدس چادر میں لپیٹ کر فرمایا ہے...... "مجھے ان سے محبت ہے، اللہ تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔"

یہی وہ مژدہ جانفزا تھا جس کے باعث اصحابِ نبی حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اپنے ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔

اگر صفحات تنگ دامنی کا شکوہ نہ کریں تو میں محبتِ حسین میں پروئی جانے والی سلکِ مروارید سے چند نگینے دکھانے کا عزم رکھتا ہوں۔ انبیاء و رسل کے بعد سب سے عظیم ہستی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے وہ فرمایا کرتے تھے لوگو! مجھے حسین سے محبت ہے تم بھی ان کی عزت کرو اور خدمت کرو۔ ان کا حق پہچانو بلکہ ایک مرتبہ تو محبت نے یہاں تک جوش مارا فرمایا حسینؓ تم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

حسینؓ کے نانا کے بعد اگر کسی کے سر پر تاجِ نبوت و رسالت سجتا تو وہ فاروقِ اعظمؓ کی ذاتِ گرامی تھی۔ اُسی فاروقِ اعظمؓ کے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ یمن کے گورنر نے حلّے مدینہ منورہ بھیجے، فاروقِ اعظمؓ نے لوگوں میں تقسیم فرما دیئے۔ حسن و حسنین بعد میں پہنچے تو فاروقِ اعظم بے قرار ہو گئے کہ جنتی شہزادے تو محروم رہ گئے۔ فوراً یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ دو بہترین حلّے روانہ کرو۔ جب تک شہزادوں کو پہنا نہ دیئے بے قراری ختم نہ ہوئی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دو ہرا داماد جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، اس نے مسجدِ نبویؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگو! جسے اللہ کے نبیؐ سے محبت ہے اس پر فرض ہے کہ وہ حسن و حسین سے بھی محبت کرے۔ اور ان کے مقام و مرتبے کی قدر کرے۔

میرے دوست مولانا تفضیل احمد ضیغم صاحب نے محبت کے انہی چراغوں کو روشن کرنے کے لئے قلم اٹھایا ہے۔ اگر وہ محبت حسین کو جزو ایمان سمجھتے ہیں تو میں بھی ان کا ہم نوا ہوں۔ اگر ان کا عقیدہ ہے کہ محبتِ حسینؓ جزو ایمان ہے تو میرے ایمان کا پیمانہ بھی اس وقت تک نہیں بھرتا جب تک میں محبتِ حسین کو اس میں شامل نہ کرلوں۔

میں حسینؓ سے محبت کیوں نہ کروں؟ کہ میرے نبیؐ نے ان سے محبت کی اس حادثہ خونچکاں کی بے جا تحقیق میں ڈوب جانے والوں نے محبت حسین سے محروم ہو کر جو گرد اڑائی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ چھوٹی سی کتاب اسے بٹھانے میں موثر کردار ادا کرے گی۔

دعا ہے کہ اللہ میرے ہم نوا کے قلم کو یونہی تازہ رکھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں ان کے کام کی یہ عمدگی بتا رہی ہے کہ ان کے مستقبل کا دھارا کامیابی کی طرف ہے۔ اللہ انہیں حاسدوں کے حسد اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

محمد سلیم جباریؔ
۵ ذی الحجہ ۲۰۰۶ء

❀❀❀

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰی یُحِبُّوْکُمْ لِلّٰہِ وَلِقَرَابَتِیْ

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے (اے اہل بیت) محبت نہ کریں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ)

گلہائے عقیدت

یہ کوئی بہت بڑی کتاب تو نہیں چند مختصر سے اوراق ہیں اور میرے قلم میں ادیبوں کی آب وتاب بھی نہیں' لیکن اہل بیت کی مدح کا مجھ پر قرض تھا' خصوصاً مدحت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا جنہیں رسول اللہ ﷺ کبھی سینے سے لگاتے اور کبھی ہونٹوں سے بوسہ دیتے ہوئے رب کے حضور یوں دعائیں کیا کرتے:

﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾[1]

"اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں' تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرتا ہے' اس سے بھی محبت رکھ۔"

یہ وہ دعائیں ہیں' کہ مسند حدیث پر بیٹھ کر جب میں طالب علموں کو احادیث پڑھاتا تو ان دعائیہ احادیث سے گزرتے ہوئے خود کو مجرم محسوس کرتا تھا اور اس مقدس مسند پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی کہ جس مسند کے طفیل مجھ سے کم علم' کم فہم اور ناکارہ آدمی کو اللہ نے بے شمار انعامات سے نوازا ہے' اس مسند کا مالک ہم سے حسین کی محبت کا تقاضہ کرے' تو ہماری زبانیں گنگ اور قلم خاموش رہیں...... آہ یہ کس قدر بخیلی ہے' کسی شاہ و وزیر کی مدح میں تو ہمارے قلم قصائد کے انبار لگا دیں' لیکن سردار دو عالم کے نواسوں کیلئے ہماری محبتوں کے خزانے خالی رہیں' بلکہ ہمارے قلم تحقیق کے نام پر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے گھر کی دیواروں میں نقب لگانے اور اینٹیں اکھاڑنے میں تیشے کا کام کرتے رہیں۔ ہاں ایسے ظالم قلم کو خم دے کے توڑ دینا بھی مدحت حسین ؓ ہے۔

ہمارے ہاں عظمت حسین ؓ کو عموماً دو طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے۔

[1] حسن جامع ترمذی کتاب المناقب

(۱) خانوادہ حسین کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے تاریخ کی کتابوں میں کھو جانا اور روتے دھوتے' واویلا کرتے ہوئے اس صابر وشاکر خاندان کے صبر کا مذاق اڑانا۔ (۲) حسین ؓ کا مقابلہ کسی اور شخصیت سے کرتے ہوئے تحقیق کے نام پر ایک کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا' حالانکہ خانوادہ رسول ﷺ عظمت و رفعت میں اتنا بلند ہے کہ کسی اور خاندان کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا ہی کم فہمی ہے۔ جس حسین ؓ کی تعریف خود رسول کائنات ﷺ کریں اور انہیں جنتی مردوں کا سردار قرار دیں۔ بھلا اس کا مقابلہ کسی ایسی شخصیت سے کیسے ہو سکتا ہے' جس کی تعریف کیلئے ادھر ادھر سے اشارے کھینچے پڑیں اور کئی راستے تلاش کرنے کی ضرورت پڑے۔

میں نے مدحت حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے تاریخ کو ایک طرف رکھ کے صرف رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے پھولوں کو چن کر ایک گلدستہ تیار کرنے کی سعی کی ہے اور بطور خاص اس بات کا التزام کیا ہے کہ روایات میں کسی قسم کا کوئی ضعف نہ ہو اس لئے احادیث کے حوالہ جات نقل کرنے کے ساتھ محدثین کا حکم بھی نقل کر دیا ہے۔ اور یہ مختصر سی کتاب دراصل محرم الحرام کے دوران میرے دیئے گئے چار لیکچرز کا مجموعہ ہے میں اپنے ان احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے میری توجہ اس کی اشاعت پر مبذول کروائی۔

تفضیل احمد ضیغم
۱۲ مارچ ۲۰۰۵ء
یکم صفر ۱۴۲۶ھ

محبت کیا ہے؟

محبوب کی اطاعت کرنے اور اس کی ہر بات ماننے کا نام محبت ہے؛ اپنی ہر پسند اور خواہش کو محبوب کی پسند اور اپنی ہر ناپسند کو محبوب کی ناپسند میں فنا کر دینا محبت کہلاتا ہے۔ محبت کرنے والے کی نہ اپنی پسند رہتی ہے اور نہ ناپسند۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تجھے کون سی چیز پسند ہے تو وہ کہتا ہے وہی جو محبوب کو اچھی لگتی ہے اور اگر پوچھا جائے تجھے کون سی چیز ناپسند ہے تو جواب ہوتا ہے وہی جو محبوب کو ناپسند ہے۔ یعنی محبت یہ ہے کہ محبوب کو جو چیز پسند ہے اسے سینے سے لگالیا جائے اور جس چیز کو وہ برا سمجھتا ہے اس کو طلاق دے دی جائے۔ اسی چیز کو محبت رسول اللہ ﷺ کے آئینہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے اس کو اختیار کر لینا اور ہر وہ چیز جو انہیں ناپسند ہے اس کو چھوڑ دینا محبت رسول ﷺ ہے اور محبت رسول ﷺ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں:

«قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ» [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو چیزیں رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں ہم بھی ان کیلئے اپنے دل میں محبت محسوس کرتے ہیں تو ہمارا ایمان خالص ہے۔ اگر دل کے گوشے ان چیزوں کی

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان

محبت سے خالی ہیں تو ہمارے ایمان میں نقص ہے۔ مضمون کا مطلوب و مقصود صرف وہ لوگ ہیں، جن سے نبی ﷺ نے محبت کا اظہار اپنی زبان مبارک سے کیا تو محبت رسول ﷺ کا یہ ایک لازمی تقاضہ ہے کہ جو اشخاص و افراد رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں وہ ہمارے بھی محبوب بن جائیں۔ ایسی پاکباز ہستیوں میں سے ہم ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنہیں اہل بیت کہا جاتا ہے اور اہل بیت میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ حسنین کریمین کا جن سے بار بار رسول اللہ ﷺ نے محبت کا اظہار کیا، آئندہ اوراق انہی محبوب شخصیات کے ذکر خیر سے مزین ہیں۔

اہل بیت کی محبت کو تھامے رکھنا

اہل بیت سے محبت کرنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ صحابہ کرام اور آنے والے لوگوں کو بطور وصیت کے فرمایا تھا کہ تم کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دیکھنا ......حُبِّ اہل بیت کو نہ کہیں گنوا بیٹھنا۔ اس سلسلہ میں امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے:

"یزید بن حیان بیان کرتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم (تینوں) حضرت زید بن ارقم ﷜ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین کہنے لگے: جناب زید! آپ کو بہت فضیلت حاصل ہے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آپ کی باتوں کو سنا ہے آپ کے ساتھ جنگی سفر کیے ہیں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا غرض آپ کو بہت سے فضائل حاصل ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں چند باتیں بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔

وہ فرمانے لگے: بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر بڑی ہوگئی ہے آپ سے ملاقات کو عرصہ دراز ہوگیا ہے ہوسکتا ہے آپ ﷺ سے سنی ہوئی باتیں بھی بھول گیا ہوں۔ لہٰذا میں جو کچھ تمہیں بیان کروں اسے لے لینا اور جو بیان نہ کرسکوں اس میں مجھے معذور سمجھنا۔

پھر فرمانے لگے: ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان

غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کچھ وعظ و نصیحت فرمائی' پھر فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي۔[1]

"اے لوگو! میں ایک انسان ہوں' بہت ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے' جس میں ہدایت اور روشنی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ نے فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔"

حصین نے پوچھا "جناب زید! نبی ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت سے نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت سے ہیں' لیکن اصل اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ حصین نے کہا: وہ کون ہیں؟ فرمانے لگے آل علی' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس۔ حصین نے پوچھا ان پر صدقہ حرام ہے؟ فرمانے لگے "ہاں"۔

---

[1] صحیح مسلم' فضائل صحابہ' باب فضائل علی رضی اللہ عنہ

اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ اس کا ذکر بعد والی فصول میں آئے گا۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ نبی ﷺ نے تین دفعہ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر والوں کو یاد رکھنے کا حکم اپنی امت کو دیا۔ یاد رکھنا ایسے ہی ہوتا ہے' جیسے کوئی بندہ اپنے قریبی عزیز کے بارے میں اپنے ملنے جلنے والوں کو کہہ دے کہ یہ میرا قریبی ہے' اسے تم یاد رکھنا۔ کیا مطلب؟ اس کی مشکل کو اپنی مشکل سمجھنا' اس کی خوشی میں خوش ہونا' اس کی غمی پہ غمزدہ ہونا۔ یہ کام تب ہی ممکن ہے جب بندہ اس سے محبت کرے' تو اہل بیت کو اللہ کیلئے یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ان کی محبت بسائے رکھنا' ان کا دفاع کرنا' ان کا ذکر خیر کرنا' ان کی مدح کرنا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب سمجھتے ہوئے اپنا بھی محبوب سمجھنا۔

اہلِ بیت سے بغض رکھنے والا دوزخی ہے:

اہل بیت سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے اور اہلِ بیت سے دشمنی رکھنا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ اس لئے کہ ان سے دشمنی رکھنا درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں سے دشمنی رکھنا ہے۔ اس کی دلیل میں درج ذیل حدیث کس قدر واضح ہے' جسے علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں نقل کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ﴾[1]

"مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم' جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' ہم اہل بیت سے جو بندہ بھی بغض رکھے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔"

اس حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اہل بیت سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اہل بیت سے دشمنی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی ہے۔ اس لئے کہ پیغمبر کائنات ﷺ نے ﴿يُبْغِضُنَا﴾ کہہ کے خود اس دشمنی کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کا دشمن کبھی فلاح و نجات نہیں پا سکتا۔

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه ج۵' صفحه ۶۴۳ ح ۲۴۸۸

رسول اللہ ﷺ کی اہلِ بیت سے نسبت قیامت والے دن بھی ختم نہ ہوگی

شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت والے دن نبی ﷺ سے اور سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے لیکن جن کا نبی ﷺ سے نسبی تعلق ہوا وہ نہیں ٹوٹے گا اور نسبی تعلق میں اہل بیت کا رشتہ سب سے زیادہ قریب ہے۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي [1]

"قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا، مگر میرا واسطہ اور نسبی تعلق قائم رہے گا۔"

نسبت مصطفیٰ ﷺ کوئی معمولی چیز نہیں ہے لیکن یاد رہے حدیث مذکور میں نسبی تعلق سے مراد وہ اشخاص ہیں جو اہل بیت سے ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ایمان وعمل اور تقویٰ وطہارت میں بلند مقام پر فائز تھے۔

اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں......؟

آیات واحادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو درج ذیل تین قسم کے لوگ اہل بیت قرار پاتے ہیں۔

① نبی ﷺ کی بیویاں اور آپ کی اولاد۔
② سیدنا علی وفاطمہ اور حسنین کریمین ؓ۔
③ وہ لوگ جن پر آپ نے صدقہ حرام فرمایا۔

نبی ﷺ کی بیویاں:

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت سے ہیں اس کی دلیل قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے ہے:

[1] المعجم الكبير للطبراني ح۲۶۳۳، سلسلة الاحاديث الصحيحة ح۲۰۳۶

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ○ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ○﴾ [1]

"اے پیغمبر ﷺ کی بیویو! تم دیگر اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو کسی (اجنبی شخص) سے نرم نرم باتیں نہ کرو، تاکہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہو کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبردار رہو۔ اے (پیغمبر ﷺ کے) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ باریک بین (اور) باخبر ہے۔"

ان آیات کا آغاز "اے نبی ﷺ کی بیویو!" سے ہوتا ہے۔ دوسری آیت یہاں سے شروع ہوتی ہے ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) تیسری آیت ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ میں بھی خطاب بیویوں سے ہے۔ تینوں آیات کا سیاق وسباق ظاہر کرتا ہے کہ خطاب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہے اور یہاں ان کو ہی اہل بیت کہہ کے ان الفاظ میں آیات کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۳۲، ۳۳، ۳۴ ترجمہ فتح محمد جالندھری

تَطْهِيرًا﴾

''اے اہلِ بیت اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک وصاف کردے۔''

مولانا مودودی رحمہ اللہ تفہیم القرآن میں اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

''یہاں اہلِ بیت سے مراد نبی ﷺ کی بیویاں ہیں' کیونکہ خطاب کا آغاز ہی یانساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور ماقبل اور مابعد کی تقریر میں وہی مخاطب ہیں' علاوہ بریں ''اہلِ بیت'' کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے' جن میں ہم ''گھر والوں'' کا لفظ بولتے ہیں اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بیوی کو مستثنیٰ کرکے اہلِ خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔'' (تفہیم القرآن جلد۴ سورۃ احزاب آیت ۳۳)

اہلِ بیت کا لفظ قرآن حکیم میں دو اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی کو شامل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کیلئے اہلِ بیت کا لفظ

سورہ ہود میں ہے کہ فرشتے جب قوم لوط کو تباہ کرنے کی غرض سے آئے تو پہلے مہمانوں کی شکل میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے مہمانی کے طور پر ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے رکھا۔ فرشتے چونکہ کھانے کی حاجات سے پاک ہیں' اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ ابراہیم علیہ السلام اس بات سے ذرا گھبرائے تو فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریئے' ہمیں تو قومِ لوط کی طرف ان کو تباہ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کھڑی اس مکالمہ کو سن رہی تھیں' وہ یہ بات سن کے ہنس پڑیں۔ اس پر فرشتوں نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ اللہ انہیں اولاد سے نوازے گا۔ سیدہ سارہ نے تعجب سے کہا کیا میں بچہ جنوں گی' جبکہ میں خود بوڑھی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا:

﴿أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾

(سورۃ ہود آیت ۷۳)

''کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت (نبوت) تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

صاف ظاہر ہے یہاں خطاب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سے تھا اور انہیں ابراہیم علیہ السلام کے اہل بیت کہہ کے مخاطب کیا گیا ہے۔

عموماً اہلِ بیت کا ترجمہ گھر والے ہی کیا جاتا ہے اور گھر والوں میں آدمی کے بیوی بچے خصوصاً شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں جب فرعون کے گھر پہنچے اور فرعون کی بیوی کو کسی ایسی عورت کی تلاش ہوئی جو اس بچے کو دودھ پلائے تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جا کر ان الفاظ میں ان کی راہنمائی کی:

﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ﴾

(سورۃ القصص آیت ۱۲)

''کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ نہ بتاؤں جو تمہارے اس بچے کی پرورش کریں اور وہ (اس بچے) کے خیر خواہ بھی ہوں۔''

یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ گھر والوں میں بیوی شامل ہوتی ہے اور خصوصاً پچھلی دو آیات میں تو کہا ہی اہلِ بیت بیویوں کو گیا ہے' اس لئے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہلِ بیت سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

سیدنا علی وفاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم

آیات قرآنیہ میں خطاب چونکہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے تھا' اس لئے نبی ﷺ نے حضرت علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بھی خصوصی طور پر اہلِ بیت میں شمار کیا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

﴿قَالَتْ عَائِشَةُ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ

أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[1]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن نبی ﷺ تشریف لائے۔ آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک منقش چادر تھی۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے' آپ نے ان کو چادر میں داخل فرمالیا' پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی ساتھ داخل ہو گئے' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں' آپ نے انہیں بھی چادر میں داخل فرمالیا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں بھی داخل فرمالیا' پھر فرمایا اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ چاہتے کہ تم سے ہر بُری چیز دور فرما کے تمہیں اچھی طرح سے پاک وصاف کر دیں۔"

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

﴿عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي﴾[2]

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی' آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ تو رسول اللہ ﷺ نے علی' فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا' پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل (بیت ہیں)۔"

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ کچھ عیسائی نبی ﷺ سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ کہنے لگے ہمیں ایک دن سوچنے کی مہلت دو پھر جب ان کی مجلس

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت النبی ﷺ
[2] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

مشاورت ہوئی تو ایک ہوش مند بوڑھے نے کہا اے گروہ نصاریٰ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ممکن ہے یہ وہی نبی ہو اور تم لوگوں نے مباہلہ کیا' تو تمہاری کیا تمہاری نسلوں کی بھی خیر نہ ہوگی' اس لئے صلح کی درخواست دے کر جزیہ دینا قبول کر لو۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عاقب اور سید نصاریٰ کے دو پادری نجران سے نبی ﷺ کے پاس آئے' یہ لوگ آپ سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اگر یہ نبی ہوا اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہماری خیر نہ ہوگی اور نہ ہماری اولاد کی' آخر وہ دونوں کہنے لگے جو جزیہ آپ مانگیں گے ہم وہ دینے کیلئے تیار ہیں اور کہا کہ ایک ایماندار آدمی ہمارے ساتھ کر دیجیے۔ یہ سن کر آپ کے صحابہ انتظار کرنے لگے (کہ آپ کس کو منتخب فرماتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا ابوعبیدہ بن جراح اٹھو' جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا اس امت کا امین یہ شخص ہے۔[2]

یہ خانوادہ حسین کی عظمت ہے کہ وہ چادر جسے قرآن حکیم میں ﴿یا ایہا المزمل﴾ کہہ کر پکارا گیا ہے' اس کی چھتری کے سایہ میں نبی ﷺ نے علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بٹھایا اور پھر محبت بھرے انداز میں انہیں اہلِ بیت کہہ کر پکارا۔

یہ بھی اس خاندان کی عظمت ہے کہ مباہلہ جس میں مرنے جینے کی قسم اٹھائی جاتی ہے' اس کیلئے آپ نے انہی چار اشخاص کا انتخاب کیا اور انہیں اپنے بیٹے بھی قرار دیا۔

وہ جن پر صدقہ حرام ہے:

اہلِ بیت نبی ﷺ پر صدقہ حرام ہے' اس لئے کہ صدقہ وخیرات کو لوگوں کا میل کچیل کہا گیا ہے' جو ان کے مالوں کو پاک کرتا ہے اور اہلِ بیت نبی ﷺ کا رتبہ ومقام بہت بلند ہے۔ یہ رتبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ صدقہ نہ لیں۔ احادیث کو دیکھا جائے تو ازواج

[1] تیسیر القرآن عبدالرحمن کیلانی جلد اول سورۃ آل عمران آیت ۶۱
[2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصۃ اہل نجران

مطہرات اور علی، حسین وحسن وفاطمہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جنہیں اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے روایت میں گزر چکا ہے کہ حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں، تو انہوں نے فرمایا:

﴿أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ﴾[1]

''آپ ﷺ کے اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے (حصین نے) پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ فرمانے لگے آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس۔ پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ''ہاں۔''

اہل بیت سے مراد اصل میں یہی لوگ ہیں، جو مذکورہ حدیث میں بیان ہو گئے اور ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ پیچھے جو دو قسم کے لوگ بیان ہوئے، وہ بھی انہی میں شامل ہیں۔ ہاں نبی ﷺ سے مروی احادیث اور قرآنی آیات نے انہیں خاص اہمیت دی ہے۔

یہ اہل بیت کی عظمت ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہے۔ آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرما دیا:

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ﴾[2]

''بے شک صدقہ آلِ محمد ﷺ کے لائق نہیں، یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔''

اللہ ہمیں اہل بیت کی خالص اور سچی محبت نصیب فرمائے۔

خانوادہ حسین رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینہ میں

حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تمام

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل علی رضی اللہ عنہ

[2] صحیح مسلم' کتاب الزکاۃ باب ترک استعمال آل النبی ﷺ علی الصدقۃ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلند تر دکھائی دیتے ہیں، بلکہ ان سے بہتر حسب ونسب کسی کا دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ان کے نانا اللہ کے رسول ﷺ اور ان کی نانی سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ان کے والد علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں۔ ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن ہیں اور کتنی ہی ایسی احادیث ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے خاندان کی ان شخصیات سے والہانہ محبت کا اظہار کیا۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تو نبی ﷺ کی آنکھوں کا نور تھے ہی، خانوادہ حسین بھی نبی ﷺ کی محبتوں کا مرکز تھا۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی منافق کی علامت

صحیح مسلم میں امام مسلم رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

﴿قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ﴾[1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے دانے کو چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھ (علی رضی اللہ عنہ) سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔

نسائی کی روایت میں اس سے بھی واضح الفاظ موجود ہیں

﴿لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ﴾[2]

[1] صحیح مسلم' کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی من الایمان

[2] صحیح سنن نسائی از البانی رحمہ اللہ کتاب الایمان وشرایعہ باب علامۃ الایمان

"(اے علی رضی اللہ عنہ) تجھ سے صرف مومن بندہ ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق آدمی ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔"

امام مسلم نے اس روایت کو کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس پر باب یہ قائم کیا ہے ﴿الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان﴾ جس کا مطلب ہے اس بات کی دلیل کہ انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے بھی اسے کتاب الایمان میں ذکر کرنے کے بعد اس پر باب قائم کیا ہے۔ "علامۃ الایمان" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے۔

گویا منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حسنین کے باپ علی سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے وجود اور شخصیت کو ایمان کا حصہ بنا دیا ہے' بلکہ مومن اور منافق کی پہچان میں ایک معیار قرار دے دیا ہے کہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے' وہ مومن ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے' وہ منافق ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول ﷺ کے محبوب ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جنگ خیبر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ خیبر کی رات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾[1]

"کل صبح میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا یا سرداری کا جھنڈا ایک ایسا شخص سنبھالے گا' جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں یا یوں فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھ سے خیبر کو فتح کروا

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابی طالب القرشی

دے گا۔ (راوی کہتا ہے) ہم لوگوں کو امید نہ تھی کہ علی رضی اللہ عنہ آ جائیں گے۔ (صبح لوگوں نے) کہا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کرا دیا۔"

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب ہیں اور پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ محبت کرنے والے کو وہی چیزیں محبوب ہوتی ہیں' جو اس کے محبوب کو پسند ہوں اور وہ چیزیں ناپسند ہوتی ہیں' جو محبوب کو اچھی نہ لگیں۔ تو جو مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے' اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں سے محبت رکھے' جو اس کے محبوب نبی ﷺ کو پسند ہیں۔ نبی ﷺ اور اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں' تو ایک مومن کی محبت اس سے یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں:

رسول اللہ ﷺ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت حبشی بن جنادہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

﴿قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ﴾[1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔"

ان الفاظ میں کمال درجہ کی محبت کا اظہار ہے' یعنی میرا اور علی کا رشتہ انتہائی قربت کا رشتہ ہے۔ ایسے محبت بھرا الفاظ نبی ﷺ نے اور بھی کئی انداز میں دہرائے ہیں۔

[1] حسن جامع ترمذی از البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب

جس کا میں دوست ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ دوست ہے

یہ حدیث کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ﴾[1]

جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی لگائے تو بھی اسے دوست بنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔"

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کی ترغیب دی ہے اور ایک طرف تو اسے اپنا دوست قرار دیا' اور دوسری طرف رب تعالیٰ کی دوستی اور دشمنی کو بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوستی اور دشمنی سے ملا دیا کہ علی سے بغض رکھنے والا کبھی یہ توقع نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ جس دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی ہو اس میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی داخل نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائیہ انداز میں کہنا "جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔" اس بات کا اشارہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھنا غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

مردوں میں سب سے زیادہ محبوب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی آپ کی راز دار اور آپ کی رمز شناس تھیں' فرماتی ہیں کہ مردوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں یہ روایت موجود ہے:

﴿عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُ أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه رقم الحديث (۱۷۵۰) صحيح و جامع ترمذی كتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُهَا إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا﴾[1]

"حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون زیادہ محبوب تھا؟ تو انہوں نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال کیا گیا کہ مردوں میں سے کون (زیادہ محبوب ہے؟) تو انہوں نے فرمایا "فاطمہ رضی اللہ عنہا" کے شوہر علی رضی اللہ عنہ میری دانست کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ روزے رکھتے اور قیام کرتے تھے۔"

تبوک میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخَلِّفُنِيْ فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے اسی طرح بن جائیں' جس طرح ہارون علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے' مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

محبت کا یہ بھی انداز

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا' اس میں حضرت

[1] مشكوٰة المصابيح كتاب المناقب والفضائل باب مناقب اهل بيت النبی فی الفصل الثانی وقال البانی هذا حديث حسن ورواه الترمذی فی كتاب المناقب' باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا

[2] صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابه باب من فضائل علی بن ابی طالب

علی ؓ بھی تھے۔ نبی ﷺ علی ؓ کے بارے میں متفکر ہوئے اور آپ اس کیفیت میں تھے کہ:

وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتّٰى تُرِيَنِي عَلِيًّا [1]

"آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو نہ دکھادے مجھ کو علی ؓ"

یہ بالکل وہی انداز ہے جو ایک باپ کا اپنی اولاد کیلئے ہوتا ہے کہ جب اولاد آنکھوں کے سامنے نہ ہو وہ بے چین ہوتا ہے اس کی سلامتی کیلئے رب سے دعائیں مانگتا ہے۔ اس لئے کہ باپ کے دل میں بیٹے کی حقیقی محبت ہوتی ہے۔ یہ وہ محبت ہے جسے سچی محبت کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کے اسی انداز میں دعا مانگنے اور علی ؓ کے انتظار کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو حسنین کریمین کے والد علی ؓ سے ایسی ہی محبت تھی جیسے باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

علی ؓ کے خلاف بات نبی ﷺ کو پسند نہیں

حضرت عمران بن حصین ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور علی بن ابی طالب ؓ کو اس پر عامل مقرر کیا۔ حضرت علی ؓ نے مال غنیمت میں سے ایک لونڈی لے لی لوگوں نے اسے برا جانا اور چار صحابیوں نے اقرار کیا کہ وہ ملاقات کے وقت نبی ﷺ کو اس کی خبر کریں گے اور مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب سفر سے آتے تو پہلے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے سلام کرتے پھر گھر جاتے۔ غرض جب لشکر لوٹ کر آیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں لوگ حاضر ہوئے تو ان چار آدمیوں میں سے ایک کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! دیکھئے حضرت علی ؓ نے یہ کیا آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اور وہی کہا اور تیسرا اور چوتھا آپ نے سب سے منہ پھیر لیا۔ راوی کہتا ہے:

﴿وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيْدُوْنَ

[1] صحیح جامع ترمذی از البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب ؓ

مِنْ عَلِيٍّ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي﴾ [1]

"نبی ﷺ کے چہرہ مبارک سے غصہ دکھائی دیتا تھا اور آپ نے تین بار فرمایا تم علی ؓ سے کیا چاہتے ہو؟ علی ؓ مجھ سے ہیں اور میں علی ؓ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے دوست ہیں۔"

نبی ﷺ نے حضرت علی ؓ کے خلاف بات کرنے والوں کو ناپسند کیا بلکہ ان سے ناراض ہوئے اور معاملہ کی تفتیش کرنے کی بجائے یہ فرمایا "علی ؓ مجھ سے اور میں علی ؓ سے ہوں۔" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علی ؓ نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ انہوں نے کسی کا حق غصب نہیں کیا بلکہ ان کی تو یہ صفت ہے کہ ہر مومن کے دوست ہیں۔ غور فرمائیے! اعتراض کرنے والے صحابہ کرام تھے جو سب مومن اور جنتی لوگ تھے۔ نبی ﷺ کو ان کا معمولی سا اعتراض کرنا بھی پسند نہیں آیا اور آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور اگر کوئی عام بندہ سیدنا علی ؓ پر اعتراض کرے ان کے مقام و مرتبہ پر انگلی اٹھائے کیا وہ نبی ﷺ کے غضب اور ناراضگی کا مستحق قرار نہیں پائے گا؟ آج تنقیص کا پہلو اس وقت نکلتا ہے جب ایک صحابی کا مقابلہ دوسرے صحابی سے کروایا جائے۔ حالانکہ تمام صحابہ ؓ چمنستان رسالت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ ہر پھول کی الگ خوشبو ہے۔ زبان نبوت سے مناقب صحابہ پر جو ارشادات صادر ہوئے وہ فضیلت میں اس قدر ہیں کہ انہیں بیان کر دینا ہی کافی ہے۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی پر ترجیح دینے کیلئے دلائل ڈھونڈنا پھر ان دلائل کی جوڑ توڑ سے ایک کی دوسرے پر فوقیت ثابت کرنا یقیناً اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کسی کی تنقیص سے اپنا نامہ اعمال سیاہ ہو جائے۔

ہاشمی، مطلبی، صہر نبی، زوج بتول — نسب و نام بتاتے ہیں کہ اعلیٰ ہیں علیؓ
مشورت فاروق اعظمؓ نے کی ہے ان سے — واقف دین، شریعت کے شناسا ہیں علیؓ
وہ عبادت ہو، شجاعت ہو، فصاحت ہو کہ علم — واقعہ یہ ہے کہ ہر وصف میں یکتا ہیں علیؓ

(ماہر القادری)

[1] صحیح جامع ترمذی از البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب ؓ

ام حسنین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ جنہوں نے اپنے ان دو پھولوں کو دودھ پلایا' اپنی گود میں کھلایا' وہ بھی عظمت میں بے مثال ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی سب سے لاڈلی بیٹی تھیں۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ان سے اس محبت کا اظہار یوں کیا:

﴿فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّی فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِی﴾[1]

"فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے' جس نے اسے ناراض کیا' اس نے مجھے ناراض کیا۔"

غور فرمایئے! نبی ﷺ امت کے لوگوں سے اپنی بیٹی کی رضا چاہتے ہیں اور اس بات کا تقاضا بھی فرما رہے ہیں کہ لوگ میری بیٹی سے بغض نہ رکھیں۔ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھا' اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی میں حبیب کبریاء کی رضامندی ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی میں نبی ﷺ کی ناراضگی ہے اور اگر نبی ﷺ ناراض ہو گئے تو بندہ کن چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان میں بڑی بڑی چیزیں یہ ہیں:

1. رب تعالیٰ کی رضا سے محرومی۔
2. جنت سے محرومی۔
3. حوض کوثر کے میٹھے جام سے دوری۔
4. نبی ﷺ کی شفاعت سے محرومی۔
5. قبر اور حشر میں رحمتِ الٰہی سے محرومی۔

یہ پانچ نقصانات کچھ چھوٹے نہیں ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے ان میں دنیا اور آخرت کی

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب

بربادی شامل ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ جب اہل بیت کی محبت نہ ہو تو جنت نہیں ملتی۔ حبِ اہل بیت نہ ہو تو رضاء مصطفیٰ ﷺ کا حصول ممکن نہیں۔ رضاء مصطفیٰ ﷺ کیلئے حب اہل بیت شرط ہے۔

جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی

صحیح بخاری کی روایت ہے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِی هِشَامِ بْنِ الْمُغِیرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِی أَنْ یُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِیَّ بْنَ أَبِی طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ یُرِیدَ ابْنُ أَبِی طَالِبٍ أَنْ یُطَلِّقَ ابْنَتِی وَیَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِیَ بَضْعَةٌ مِنِّی یُرِیبُنِی مَا أَرَابَهَا وَیُؤْذِینِی مَا آذَاهَا﴾[1]

"میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ اس وقت منبر پر تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت چاہی کہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیں تو میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کا ارادہ ہو تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے' اس لئے کہ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے' جو اسے برا لگے وہ مجھے برا لگتا ہے اور جو اسے تکلیف دیتا ہے' اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی جویریہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ شریعت نے چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ خود نبی ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روکنا اس لئے نہیں تھا کہ ان کیلئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا حرام تھا' بلکہ نبی ﷺ نے یہاں ایک اصول بیان فرمایا کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا حرام ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ اور عدو اللہ کی

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح

بیٹیوں کا جمع ہونا درست نہیں اور نبی ﷺ نے فرمایا جو چیز فاطمہ کو بری لگتی ہے وہ مجھے بری لگتی ہے' جو اسے تکلیف دے اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے' کہ فاطمہ ؓ جگر گوشۂ رسول ہیں۔ ان کا دل دکھانے سے رسول اللہ کا دل دکھتا ہے۔

نبیؐ کے دل کا ہے ٹکڑا نبی سے نسبتے ہیں
علیؓ کے گھر کی ہے عزت علیؓ سے نسبتے ہیں
وہ کہ جس نے پرورش کیا گھرانے کو
حسینؓ پال کے جس نے دیا زمانے کو

رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی سزا

سیدہ فاطمہ ؓ کو تکلیف دینے والا چونکہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتا ہے' اس لئے یہ بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی سزا کیا ہے۔ اس ضمن میں دو آیات درج ذیل ہیں:

☆ دنیا اور آخرت میں لعنت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں' تو اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

☆ دردناک عذاب کی وعید

سورۃ توبہ میں ایک مقام پر ان لوگوں کو ان الفاظ میں خبردار کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورۃ توبہ آیت ۶۱)

''اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

مذکورہ دونوں آیات میں دو قسم کے عذابوں کا ذکر ہے' ''ذلیل کر دینے والا عذاب'' اور ''دردناک عذاب''۔ حالانکہ ہر عذاب ہی ذلیل کرنے والا اور درد دینے والا ہوتا ہے' کوئی بھی عذاب وقار میں اضافہ کرنے والا اور طمانیت دینے والا نہیں ہوتا۔ جو بھی عذاب ہے اس میں دو صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے یعنی ذلت اور درد۔ پھر بطور خاص مذکورہ آیات میں عذاب کے ساتھ ذلت اور درد کا ذکر کیوں کیا.....؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض عذابوں میں درد کا تصور انسانی دماغ میں آ سکتا ہے اور وہ اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ جیسے حلق میں اٹک جانے والے کھانے کا عذاب' گرم کھولتے ہوئے پانی کا عذاب' بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب' لیکن کچھ عذاب ایسے ہیں کہ جن کا تصور بھی انسانی دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ان کی دردناکی اس قدر شدید ہے کہ الفاظ میں اسے بیان ہی نہیں کیا جا سکتا' اس لئے صرف اتنا ہی فرما دیا ''ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' اس کا ادراک قیامت والے دن ہی ہو سکے گا۔ اسی طرح بعض عذابوں کی رسوائی کا ذکر کیا ہے' جیسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جانا' گلے میں سونجھ کی رسی کا ڈالا جانا وغیرہ' لیکن کچھ عذاب ایسے ہیں کہ ان کی رسوائی کا اندازہ اس دنیا کا دماغ نہیں کر سکتا' اس لئے اکیلا رسوا کن عذاب فرما دیا کہ اس کا اندازہ صرف قیامت والے دن ہی ہوگا اور قابلِ توجہ بات یہ ہے ان دونوں قسموں کے الفاظ خصوصیت سے ان لوگوں کیلئے استعمال ہوئے ہیں' جو پیغمبر کائنات ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ ؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے: نبی ﷺ کے مرض وفات میں آپ کی تمام ازواج مطہرات آپ کے پاس تھیں کہ فاطمہ ؓ چلتی ہوئی آئیں (اور ان کے چلنے کا انداز کیسا تھا؟)

﴿وَاللّٰهِ مَا تَخْفٰى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾

"اللہ کی قسم ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے الگ نہ تھی۔ (بلکہ بہت ہی مشابہ تھی)"

رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو خوشی سے فرمانے لگے:

﴿مَرْحَبًا يَا بُنَيَّتِي ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَأٰى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَقُلْتُ لَهَا أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَأَلْتُهَا مِمَّا سَارَّكِ؟ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِرَّهُ﴾

"بیٹی مرحبا۔ پھر نبی ﷺ نے انہیں اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا' اس کے بعد ان سے سرگوشی کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں۔ جب نبی ﷺ نے ان کا غم دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی' اس پر وہ ہنسنے لگیں۔ تمام ازواج میں سے میں نے ان سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے ہم میں صرف آپ کو سرگوشی کی خصوصیت بخشی' پھر آپ کس لئے روئیں؟ اور جب رسول اللہ ﷺ اٹھے تو میں نے ان (فاطمہ) سے پوچھا کہ آپ کے کان میں نبی ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ تو انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے راز کو نہیں کھول سکتی۔"

جب نبی ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

﴿عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا أَخْبَرْتِنِي قَالَتْ أَمَّا حِيْنَ سَارَّنِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَإِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأٰى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ

قَالَ يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟﴾[1]

"میرا جو حق آپ پر ہے' اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ بات بتا دیں' انہوں نے مجھے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پہلی سرگوشی کی تھی۔ تو فرمایا تھا کہ "جبریل علیہ السلام مجھ سے سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ دور کیا اور میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لئے ایک اچھا آگے جانے والا ہوں۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا اس وقت میرا رونا جو آپ نے دیکھا تھا' اس کی یہی وجہ تھی' جب نبی ﷺ نے میری پریشانی دیکھی تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا" فاطمہ بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جنت میں تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو گی یا (فرمایا کہ) اس امت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔"

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام تمام عورتوں سے بڑھ کے ہے' جو جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ جنت سے باہر رہے' اس روایت میں نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت بھی دی ہے اور جنتی عورتوں میں سب سے بلند مرتبہ کی خوشخبری بھی سنائی۔ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی مقام ہے' بھلا دنیا میں اور کس کو یہ مقام مل سکا ہے؟

رنگ بہار باغ رسالت ہیں فاطمہ
سرچشمہ ریاض ولایت ہیں فاطمہ

علامہ ماہر القادری نے تہذیب جدید کی طرف بڑھنے والی عورت کو ان الفاظ میں فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کی سیرت اپنانے کی دعوت دی ہے۔

[1] بخاری کتاب الاستئذان باب من ناجى بين يدي الناس ومن لم يخبر بسر صاحبه

حجاب و شرم و حیاء زندگی ہے عورت کی
جو یہ نہ ہو تو برابر ہے پھر وجود و عدم
نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم
وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نقش قدم

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا انداز

نبی ﷺ کی پیاری بیٹی اگر کبھی آپ سے ملنے کیلئے آتیں تو آپ محبت وشفقت کا کیسا اظہار فرماتے نبی ﷺ کی پیاری بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے فرماتی ہیں:

﴿كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا﴾[1]

(سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) جب کبھی نبی ﷺ کے پاس آتیں تو آپ (محبت سے) کھڑے ہوتے ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا دیتے اور جب نبی ﷺ آپ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں آپ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اس روایت میں جہاں نبی کا اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کا ثبوت ملتا ہے وہاں بیٹیوں سے محبت کا درس بھی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بیٹیوں سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ محبت سے ان کا ماتھا چومتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے۔

[1] صحیح جامع ترمذی ازالبانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب ماجاء فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ سے مشابہت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

﴿مَا رَأَيْتُ أَحَدًا سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ﴾[1]

"میں نے چال چلن، عادات اور اُٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہی عظمت ہے کہ جن کی پیشانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جسے رسول کائنات ﷺ کے وہ ہونٹ جو ناطق وحی ہیں بوسہ دینے کیلئے حرکت کرتے تھے۔

- ☆ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کا استقبال خود نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔
- ☆ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنتی عورتوں کی سردار کہا' اپنے دل کا ٹکڑا کہا' ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف کہا' جن سے قیامت والے دن سب سے پہلے ملنے کا وعدہ کیا۔
- ☆ وہ عابدہ وزاہدہ بھی تھیں اور صابرہ وشاکرہ بھی آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی اور آپ کی وفات کے وقت صرف وہی زندہ تھیں۔ انہیں اکیلے اپنے باپ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اے اللہ ہمیں ان سے اور ان کے خانوادہ سے محبت کی توفیق بخش دے۔

سیرت فرزند ہا از اُمہات
جوہر صدق و صفا از اُمہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول (اقبال)

[1] صحیح جامع ترمذی ازالبانی کتاب المناقب باب ماجاء فضل فاطمۃ

ام فاطمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں جن سے بڑھ کے اپنے شوہر سے ایثار و وفا کرنے والی خاتون کائنات نے کم ہی دیکھی ہوگی۔ جب ان کی شادی نبی اکرم ﷺ سے ہوئی تو وہ خزانوں کی مالک تھیں لیکن شادی کے بعد اپنے خزانوں کی چابیاں اپنے شوہر کے قدموں میں پھینک دیں اور ایثار و محبت کی وہ داستانیں رقم کیں کہ تاریخ دنگ رہ گئی۔ سنجاب و سمور اور مخملیں بستروں پر سونے والی کو فرشِ خاکی پر سونا پڑا زرق برق لباس کی جگہ چیتھڑوں سے بھرا لباس زیب تن کرنا پڑا قیمتی خوراکوں کی جگہ جو کی روٹی اور کبھی سوکھا چمڑا چبانا پڑا لیکن نہ کبھی زبان پر حرف شکایت آیا اور نہ ہی شوہر سے محبت میں فرق۔

یہ وہی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ جب نبی ﷺ پہلی وحی کے نزول پر ذمہ داری کے بوجھ سے گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو پیاری بیوی نے ان الفاظ میں محبت بھرے بول کہے تھے جن سے آپ کے دل کو تسلی ہوئی۔

﴿كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ﴾[1]

"ہرگز نہیں اللہ کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں محتاجوں کیلئے کمانے والے ہیں مہمان کی مہمان نوازی کرنے والے اور راہِ حق میں مصائب برداشت کرنے والے ہیں۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف ایک بیوی کے طور پر آپ کے زخموں پر مرہم رکھا بلکہ تبلیغ دین میں آنے والی مشکلات کو بھی برداشت کیا اور یہ واحد عورت ہیں جن کی موجودگی میں نبی ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

﴿وَكَانَتْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَتَزَوَّجْ عَلَيْهَا

[1] صحیح بخاری کتاب الوحی

غَيْرَهَا حَتّٰى مَاتَتْ رضي الله عنها﴾[1]

وہ پہلی عورت تھیں جن سے نبی ﷺ نے نکاح فرمایا اور ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہ کیا یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت پر متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی محبت:

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں:

﴿عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةُ فَيَقُولُ إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ﴾[2]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کیا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا لیکن نبی ﷺ ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے اگر کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے بناتے اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ میں کبھی آپ سے یوں کہتی شاید خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی اس پر آپ فرماتے وہ ایسی صفات کی مالک تھیں وہ ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہے۔"

یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبتیں اور وفائیں ہی تھیں کہ نبی ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی انہیں یاد کرتے رہے بلکہ ان کی سہیلیوں کا بھی اکرام کرتے رہے۔

[1] السیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۱۳۳

[2] بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها رضی الله عنها

ایک ایک ادا یاد تھی:

سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ ؓ کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد ؓ آئیں اور انہوں نے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

﴿فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ﴾[1]

"آپ ﷺ کو (اس کے اجازت لینے کے انداز سے) سیدہ خدیجہ ؓ کے اجازت لینے کا انداز یاد آ گیا اور آپ چونک اٹھے اور فرمایا اللہ یہ تو ہالہ ہے مجھے اس بات پر غیرت آئی۔ میں نے کہا آپ قریش کی اس بوڑھی کا کس قدر ذکر کرتے ہیں۔"

قابل توجہ بات یہ ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہو اس کی ایک ایک ادا یاد ہو جاتی ہے مدت ہائے دراز کے بعد سیدہ خدیجہ ؓ کی بہن کے اجازت لینے سے آپکو خدیجہ کا یاد آ جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ کو سیدہ خدیجہ سے شدت کیساتھ محبت تھی یہ حسنین کریمین کی عظمت ہے کہ وہ خود دونوں پھول نبی ﷺ کی محبتوں کے مرکز ان کی والدہ نبی ﷺ کے دل کا ٹکڑا اور ان کی دادی نبی ﷺ کی وہ محبوب بیوی جن کی ایک ایک ادا آپ کو یاد ہے۔

خدیجہ ؓ کو رب تعالیٰ اور جبریل امین کا سلام:

خدیجہ ؓ سے صرف نبی ﷺ ہی محبت نہیں کرتے بلکہ فرشتوں کے سردار جبریل امین اور رب تعالیٰ بھی ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی درج ذیل روایت پڑھیے:

﴿قَالَ اَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ ﷺ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِيَ اَتَتْكَ فَاقْرَا عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَ مِنِّيْ وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا

[1] بخاری کتاب المناقب باب مذکورہ

صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ﴾[1]

"(فرمایا) نبی ﷺ کے پاس جبریل امین آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خدیجہ آپکے پاس ایک برتن لا رہی ہیں جس میں کھانا یا سالن ہے یا پینے کی کوئی چیز ہے جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو جنت میں ایک گھر کی خوشخبری دے دو۔ جو ایک خولدار موتی کا ہوگا جہاں نہ کوئی شور و غل ہوگا اور نہ تھکن ہوگی۔"

اللہ رب العزت نے سیدہ خدیجہ ؓ کو ان کی محبت اور ایثار وفا کی جزاء میں جنت کا ایک خاص محل عطا کر دیا جس میں موتی جڑے ہوئے ہیں اور ان کی بیٹی کو جنت میں موجود سب عورتوں کا سردار بنا دیا۔

امت کی بہترین عورت:

سیدہ فاطمہ ؓ اگر جنتی عورتوں کی سردار ہیں تو نبی ﷺ نے ان کی والدہ کو اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہتر قرار دیا۔ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں:

﴿سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَ خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ﴾[2]

"میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مریم بنت عمران (اپنے زمانہ میں) سب سے بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی سب سے بہترین خاتون سیدہ خدیجہ ؓ ہیں۔"

اے اللہ! ہمیں اہل بیت کی سچی محبت نصیب فرما۔

❀❀❀

[1] بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی ﷺ خدیجة

[2] صحیح بخاری' کتاب الانبیاء' باب اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللہ اصطفاك...

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

پچھلے ابواب میں ہم خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب احادیث کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں اور احادیث اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر شخصیت رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھی۔ اب ہم اس شخصیت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اس کتاب کیلئے وجہ تالیف بنی جن کے فضائل پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں جگمگا رہی ہیں۔ بہت سے مقامات پر نبی ﷺ نے ان سے گہری محبت کا اظہار کیا اور یہ بات تو ثابت ہے کہ جس سے نبی ﷺ محبت کریں ہمارے لئے بھی اس چیز سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

اے اللہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ:

حضرت ابوہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ دن کے کسی حصہ میں گھر سے چلے میں بھی ساتھ تھا نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر واپس ہوئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے پھر فرمایا:

﴿أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ﴾ [1]

(آپ نے پوچھا) وہ بچہ کہاں ہے؟ وہ بچہ کہاں ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مصروفیت کی وجہ سے) فوراً آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں میں نے خیال کیا ممکن ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی

[1] صحیح بخاری 'کتاب البیوع باب ما ذکر فی الاسواق

دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا پھر فرمایا اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

یہ نبی ﷺ کی اپنے نواسوں سے محبت ہے کہ کبھی ان کا بوسہ لے کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے رب سے محبت کی التجاء کرتے ہیں اور کبھی اپنے کندھے مبارک پر بٹھا کر یہی دعا فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَسَنُ رضی اللہ عنہ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ﴾ [1]

"میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے مبارک پر تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔"

کبھی نبی ﷺ اپنے نواسوں کو اپنے جسم سے چمٹائے اور چادر میں چھپائے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿طَرَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾ [2]

"میں ایک رات نبی ﷺ کے پاس اپنے کسی کام کی غرض سے گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نکلے اور اپنی پیٹھ پر کچھ لپیٹے ہوئے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا (وہ کیا چیز

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب 'باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

[2] حسن ' جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ۔

ہے؟) جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے کہا یہ کیا ہے؟ آپ نے کھولا تو وہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما تھے آپ کے کولہے پر اور آپ نے فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان کو دوست رکھتا ہوں سو تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ۔"

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کیلئے اہل بیت سے محبت کرنا پڑے گی:

مذکورہ روایات سے کئی باتوں کا پتہ چلتا ہے مثال کے طور:

☆ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جن سے نبی ﷺ کے ہونٹ، سینہ، کندھے اور کمر مبارک مَس ہونے کے ساتھ دعاؤں کیلئے الفاظ کے موتی بکھرتے رہے۔

☆ ان روایات میں یہ الفاظ توجہ طلب ہیں:

﴿أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾

"میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اے اللہ تو بھی ان دونوں سے محبت کر اور جو ان سے محبت رکھے ان سے بھی محبت رکھ۔"

ان الفاظ میں یہ باتیں بالکل واضح ہیں کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی محبتوں کا مرکز ہیں اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے اور جو بندہ ان سے محبت رکھے وہ بھی اللہ کی نظر رحمت میں ہے یعنی حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والا اور تحقیق کے نام پر ان کی شخصیات کو تنقید بنانے اور ان پر کیچڑ اُچھالنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نہیں پا سکتا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اسے ملے گی جس کے دل میں اہل بیت کی محبت ہے ان سے بغض اور عداوت رکھ کے نیک اعمال کرنا کہ وہ اللہ ورسول ﷺ کی محبت حاصل کر لے ناممکن ہے۔

وہ القاب جو زبانِ نبوت ﷺ سے محبت میں ادا ہوئے:

نبی ﷺ کو اپنے نواسوں سے اتنی محبت تھی کہ محبت بھرے کئی القاب سے انہیں یاد

فرمایا یہ اعزاز کسی اور شخصیت کو نصیب نہیں ہوا آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والے وہ الفاظ نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما میرے دو پھول ہیں:

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

اہل عراق سے ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر احرام والا آدمی مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

﴿أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[1]

"عراق والے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ اس کو قتل کرنا کیسا ہے؟) حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کے نواسوں کو قتل کر دیا اور نبی ﷺ نے اپنے ان دونوں نواسوں کی نسبت فرمایا تھا یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔"

۲۔ نواسوں میں سے ایک نواسہ:

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ﴾[2]

"حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں جو حسین سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ تو نواسوں میں سے ایک نواسہ ہیں۔"

۳۔ جنتی مردوں کے سردار:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تم

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

[2] حسن، جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی

نبی ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کب حاضر ہوتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اتنے دن ہو گئے کبھی حاضر نہیں ہوا تو وہ مجھ سے ناراض ہوئیں میں نے کہا اب جانے دیجئے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغرب کی نماز ان کے ساتھ پڑھوں گا اور آپ سے سوال کروں گا کہ میرے اور آپ کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں پھر میں حاضر ہوا اور نماز مغرب آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی اور گھر کی جانب لوٹنے میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: کون......؟ کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں آپ نے فرمایا:

﴿مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ قَالَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَ يُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾[1]

"تمہاری کیا حاجت ہے اللہ تجھے اور تیری والدہ کو معاف کر دے پھر فرمایا یہ ایک فرشتہ تھا جو زمین پر کبھی نہیں اُترا تھا آج کی رات اس نے رب سے اجازت مانگی کہ مجھ پر سلام کرے اور اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ فاطمہ ؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین ؓ جنتی مردوں کے سردار ہیں۔"

اللہ اللہ خانوادۂ حسین ؓ کا کتنا بلند مقام ہے کہ جن کی دادی سیدہ خدیجہ ؓ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور والدہ سیدہ فاطمہ ؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور خود وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے نانا محمد الرسول اللہ ﷺ جنت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہوں گے یہ رتبہ اور یہ نصیب دنیا کے کسی خاندان کا نہیں ہے کہ جنہیں جنت میں اس طرح سے حکمرانی نصیب ہو۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے:

پچھلی روایت میں تو حسن ؓ اور حسین ؓ کو جنتی نوجوانوں کا سردار کہا گیا ہے۔

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب۔ المناقب باب مذکورہ

ایک روایت میں نبی ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن ؓ کو دنیا میں دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کروانے والا سردار بھی کہا ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے:

﴿عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ﴾[1]

"حضرت ابوبکرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) منبر پر چڑھے اور فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے دو گروہوں میں صلح کروا دے گا۔"

اور یہ دونوں گروہ ایک حضرت معاویہ ؓ کا تھا اور دوسرا سیدنا حسن ؓ کا جب ان دونوں کے درمیان خلافت کے معاملہ میں جھگڑا پیدا ہوا اور قریب تھا کہ دونوں جانب سے مسلمانوں کی تلواریں بے نیام ہوتیں اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے تر بتر ہوتیں۔ سیدنا حسن ؓ نے اپنی خلافت کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں کو خونریز جنگ سے بچا لیا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حریصانِ دنیا تھے اور نہ حریصانِ خلافت بلکہ انہیں مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب تھی۔

نبی ﷺ کا حسنین کی خاطر منبر سے نیچے اتر آنا۔

یہ بھی حسنین کریمین ؓ کو اعزاز ہے کہ رسول کائنات ﷺ ان کی خاطر ایک مرتبہ منبر سے خطبہ پڑھتے ہوئے نیچے اتر آئے اور ان دونوں کو محبت سے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضرت ابو بریدہ ؓ کی زبانی اس واقعہ کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَخْطُبُنَا اِذْجَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَ وَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مذکورہ

﴿أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَ رَفَعْتُهُمَا﴾[1]

"رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے ان دونوں نے سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے وہ چلتے تھے اور گر پڑتے تھے (ابھی چھوٹے بچے تھے اس لئے) نبی ﷺ منبر سے اترے اور دونوں کو اٹھا لیا اور انہیں اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سچ فرماتے ہیں کہ مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے ہوئے دیکھا کہ یہ گرتے تھے سو میں صبر نہ کرسکا چنانچہ میں نے اپنی بات کو کاٹا اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔"

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کو حسنین رضی اللہ عنہما سے اس قدر محبت ہے کہ انہیں ٹھوکر لگے تو رسول اللہ ﷺ تڑپ اٹھتے ہیں حتیٰ کہ اپنے منبر سے اتر کے انہیں اٹھا لیتے ہیں کہ ان کا یوں زمین پر گرنا نبی ﷺ سے برداشت نہیں ہوتا۔ کیا یہ چیز آپ ﷺ برداشت کرسکتے ہیں کہ کوئی ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگے۔ ان کا سر مبارک ان کے جسم سے کاٹ کر جدا کر دے ایسا برا کام کرنے والا یقیناً انتہائی بدبخت انسان ہے۔ اس کا انجام دنیا اور آخرت میں انتہائی دردناک ہوگا۔ اس کی ایک مثال ابن زیاد کو دیکھئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ فِي أَنْفِهِ وَ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لِمَ يُذْكَرُ قَالَ قُلْتُ أَمَا إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾[2]

"میں ابن زیاد کے پاس تھا وہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو ابن

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مذکورہ

[2] جامع ترمذی کتاب و باب مذکورہ / بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

زیاد ان کی ناک میں چھڑی مارنے لگا اور کہتا تھا میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا اور یہ کیوں ذکر کیا جاتا ہے' راوی نے کہا کہ میں بولا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔"

نواسہ رسول ﷺ کو اس طرح چھڑی مارنے والے کا انجام کیا ہوا۔ حضرت عمارہ بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿لَمَّا جِيْءَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَ أَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوْسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا﴾[1]

"جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لا کر ڈال دیئے گئے جو رحبہ نامی مقام میں تھی تو میں وہاں گیا اور لوگ اچانک کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اور وہ ایک سانپ تھا کہ لوگوں میں سے ہو کر آیا اور عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا پھر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہوگیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا وہ پھر گھسا اور اس طرح تین بار یا دو بار کیا۔"

یہ عذاب ہے ایسے بندے کا جو نواسہ رسول ﷺ کے نتھنوں کو چھڑی سے چھوتا ہے اور جو اپنی زبان کو ان کے خلاف دراز کرے کہ میری تحقیق یہ کہتی ہے اور اپنی نام نہاد تحقیق سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پر کیچڑ اچھالے اس کی سزا بھی کچھ کم نہ ہوگی، اس لئے کہ

اس بات پر گواہ رب اور رسولؐ ہیں
ایمان کی ہے دلیل محبت حسینؓ کی

[1] صحیح الاسناد جامع ترمذی للالبانی رحمہ اللہ' کتاب المناقب باب مذکورہ

قرآن کے ورق کی طرح ہے بے مثال
صورت حسینؓ کی ہو کہ سیرت حسینؓ کی
اس شانِ فقر پر تو نچھاور ہیں تخت و تاج
ہے آج تک دلوں پہ حکومت حسینؓ کی
شاعر بھی کیا کہے کوئی واعظ بھی کیا بتائے
دوشِ نبی سے پوچھیے عظمت حسینؓ کی
ایمان اور یقین کی دولت کے باوجود
ہر دور میں رہی ہے ضرورت حسینؓ کی
(ماہر القادری)

حسنین رضی اللہ عنہما کی خاطر آپ ﷺ نے سجدہ کو لمبا کر دیا

سجدہ ایک عبادت جس میں بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اور اردگرد کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کے نواسوں میں سے کوئی آیا اور آپ کی پشت پر سوار ہو گیا اور کھیلنا شروع کر دیا۔ نبی ﷺ کو اپنے نواسوں سے اس قدر محبت تھی کہ سجدہ کو لمبا کر دیا تا کہ اس کے کھیل میں خلل نہ آئے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِیْہِ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ إِحْدَی صَلَاتَیِ الْعِشَاءِ، وَھُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَیْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَوَضَعَہُ ثُمَّ کَبَّرَ لِلصَّلَاۃِ، فَصَلّٰی فَسَجَدَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْ صَلَاتِہِ سَجْدَۃً أَطَالَھَا قَالَ أَبِیْ فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ، وَإِذَا الصَّبِیُّ عَلٰی ظَھْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰی سُجُوْدِیْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الصَّلَاۃَ قَالَ النَّاسُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ إِنَّکَ سَجَدْتَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْ صَلَاتِکَ سَجْدَۃً أَطَلْتَھَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہُ قَدْ

حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّہُ یُوْحٰی إِلَیْکَ قَالَ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ وَلٰکِنَّ ابْنِی ارْتَحَلَنِیْ فَکَرِھْتُ أَنْ أُعَجِّلَہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہُ﴾ [۱]

"حضرت عبداللہ بن شداد اپنے والد شداد بن ھاد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ حسن یا حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں لا کر زمین پر بٹھا دیا پھر نماز کیلئے تکبیر فرمائی اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز کے دوران نبی ﷺ نے طویل سجدہ کیا' شداد نے کہا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ بچہ رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار تھا میں پھر سجدہ میں چلا گیا جب نبی ﷺ نماز ادا فرما چکے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے نماز میں اتنا لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کوئی امر الٰہی واقع ہو چکا ہے یا آپ پر وحی کا نزول ہونے لگا ہے آپ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی مگر یہ کہ مجھ پر میرا یہ بیٹا سوار تھا اس لئے جلدی کرنا اچھا نہ لگا جب تک کہ اس کی خواہش پوری نہ ہو۔"

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبادت میں مشغول ہوں تب بھی ان سے محبت میں فرق نہیں آتا کبھی منبر سے خطبہ کی حالت میں اتر آتے ہیں اور کبھی سجدہ کو لمبا کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے نظارے دیکھے تھے اسلئے وہ بھی حسنین سے بے پناہ محبت کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا:

﴿وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ أَحَبُّ إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔﴾ [۲]

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے رسول

---

[۱] صحیح سنن نسائی از البانی رحمہ اللہ کتاب الصلاۃ باب ھل یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ

[۲] صحیح بخاری' فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ

اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک اپنے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہے۔

میرا باپ تجھ پر قربان ہو:

سیدنا ابو بکر ؓ کو حسین ؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے حسن ؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو کندھوں پر بٹھالیا اور فرطِ محبت سے فرمانے لگے:

﴿بِأَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ ﷺ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ يَضْحَكُ﴾[1]

"میرا باپ تجھ پر قربان ہو یہ نبی ﷺ کے مشابہ ہے علی ؓ کے مشابہ نہیں اور علی ؓ ہنس رہے تھے۔"

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ ؓ سے محبت رکھنا اسلام ہے۔ کسی بھی صحابی کے ایمان میں شک کرنے والے بندے کے اپنے ایمان میں شک ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ سارے صحابہ نبی ﷺ کے سچے جانثار تھے۔ بلکہ قرآن حکیم میں ایمان اور اسلام میں معیار ہی صحابہ کرام ؓ کے ایمان کو رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳)

"جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے۔"

یہاں ایمان کیلئے ایک شرط مقرر کی ہے کہ تمہارا ایمان ان لوگوں کی طرح کا ہونا چاہئے جو نبی ﷺ پر ایمان لائے۔ اس وقت ابو بکر و عمر ؓ اور بلال و عمار ؓ جیسے لوگ ایمان لائے تھے۔

اور وہ لوگ جن کا ایمان لوگوں کیلئے کسوٹی اور معیار ہے ان کی اہل بیت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ایک مرتبہ ابو بکر ؓ نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا:

﴿اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ﴾[2]

---

1. صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین ؓ
2. صحیح بخاری' فضائل اصحاب النبی ا باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ

"حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں آپ کا لحاظ رکھو۔ (یعنی ان کا احترام کرو)"

اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ محبت اہل بیت جزو ایمان ہے اس محبت میں کمی درحقیقت ایمان میں کمی ہے۔

صدیقؓ عکس حُسن کمال محمدؐ است
فاروق ظل جاہ و جلال محمدؐ است
عثمان ضیائے شمع جمال محمدؐ است
حیدر بہارِ باغ خصال محمدؐ است
اسلام ما اطاعتِ خلفائے راشدین
ایمان ما محبت آل محمدؐ است

بغضِ حسینؓ حوضِ کوثر سے محرومی کا سبب:

روایات اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا حوض کوثر سے بھی دھتکار دیا جائے گا۔ حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا۔﴾[1]

"بے شک میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے، اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسی ہے آسمان سے

---

1. صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وارد ہوں گے میرے ساتھ حوض کوثر پر۔ سو دیکھو! میرے پیچھے ان کے ساتھ کیا کرتے ہو۔"

حافظ ابن تیمیہ ؒ "عقیدہ واسطیہ" میں فرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے حقیقی محبت اور عقیدت ہے اور یہ ان کے متعلق اس وصیت کی پابندی کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر فرمائی تھی کہ

"اے لوگو! میں تمہیں اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔"

اسی طرح حضرت عباس ؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کچھ قریشی لوگوں کی بنو ہاشم کے ساتھ بدسلوکی کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا تھا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحِبُّوْکُمْ لِلّٰہِ وَلِقَرَابَتِیْ[1]

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے سچی محبت نہ کریں۔"

مزید فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ إِسْمَاعِیْلَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کِنَانَۃَ، وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔[2]

"اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔"[3]

---

1. صحیح جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم
2. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ.........
3. شرح عقیدہ واسطیہ، ص ۱۳۸، ۱۵۲

گویا نبی ﷺ عرب کے بہترین خاندان میں سے سب سے بہتر انتخاب ہیں اس طرح آپ کا گھرانہ بھی منتخب گھرانہ ٹھہرا جس طرح نبی ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح آپ کے گھر والوں سے محبت رکھنا بھی ایمان کا حصہ ہے اور آپ ﷺ نے اس دنیا سے جاتے ہوئے کتاب اللہ اور اہل بیت کی محبت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی ان میں سے کسی ایک کی محبت سے دل کا خالی ہو جانا درحقیقت ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ نے اسی لئے مدحت اہل بیت میں درج ذیل اشعار محبت وعقیدت میں ڈوب کر کہے ہیں۔

یا أَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ أَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ أَنَّکُمْ
مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَاصَلٰوۃَ لَہٗ

"اے نبی ﷺ کے اہل بیت اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے تمہاری عظمت وشان کیلئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں۔"[1]

ایک اور مقام پر امام شافعی رحمۃ اللہ نے محبت اہل بیت سے منہ موڑنے والوں پر ان الفاظ میں تنقید کی ہے۔

لَمَّا رَأَیْتُ النَّاسَ قَدْ ذَھَبَتْ بِھِمْ
مَذَاھِبُھُمْ فِیْ أَبْحُرِ الْغَیِّ وَالْجَھْلِ
وَأَمْسَکْتُ حَبْلَ اللّٰہِ وَھُوَ وَلَاءُھُمْ
کَمَا قَدْ أُمِرْنَا بِالتَّمَسُّکِ بِالْحَبْلِ

"جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بے شک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے

---

1. مقام حسین ویزید، حبیب اللہ قیصر، ص ۵۱

ہیں جو جہالت اور ہلاکت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں نے اللہ کی رسی کو تھام لیا اور وہ ان (اہل بیت) کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

اہل بیت کی محبت میں اشعار کہنا یا نثر کے انداز میں خراج عقیدت پیش کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی چاند کی تعریف کرے جبکہ چاند تو پہلے ہی بلند ہے اس کی اطمینان بخش چاندنی تو پہلے ہی دلوں کا سکون اور قرار ہے اور اہل بیت سے بغض کا اظہار کوئی قلم سے کرے یا زبان سے وہ چاند پہ تھوکنے کے مترادف ہے اس لئے کہ چاند پہ تھوکا جائے تو وہ چاند تک نہیں پہنچتا بلکہ اپنے ہی منہ پر گر جاتا ہے۔

دنیا میں جنت کی بشارت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ زبان نبوت سے ان کیلئے جنتی ہونے کا اعلان ہو چکا ہے حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں چلتے پھرتے جنتی تھے کیا اہل نظر عظمت حسین بیان کرنے کیلئے کسی ایسی شخصیت سے مقابلہ کے محتاج ہیں جس کے جنتی ہونے کا کوئی حتمی دعویٰ نہیں کر سکتا حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ جنتی مردوں کے سردار بھی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ [1]

"جس کو پسند ہو کہ کسی جنتی مرد کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حدیث کے الفاظ درحقیقت اعلانیہ کلمات ہیں کہ "جو کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہتا ہو حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔" یہ اعلان تا قیامت کتب احادیث میں جگمگاتا رہے گا اور

[1] مجمع الزوائد ج۹ص ۱۹۳، باب مناقب الحسین بن علی وقال الهیثمی رجاله رجال الصحیح

اس کی ضیا پاشیوں سے عظمت اہل بیت کے دیپ جھلملاتے رہیں گے اور تعصب کی آندھیاں کبھی ان کی روشنی کو بجھا نہ سکیں گی اس لئے کہ کتب احادیث عظمت کے ان چراغوں کیلئے ایک ایسا تیل ہیں جس نے ان کی روشنی کو سدا بہار کر دیا ہے ہاں۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جس روشن الہ کرے

زبان چوسنے کا شرف:

یہ عظمت بھی حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آتی ہے کہ انہوں نے اس زبان کو چوسا جو وحی الٰہی سے حرکت کرتی تھی جس زبان سے تھوڑا سا لعاب کڑوے کنوؤں کو میٹھا بنا دیتا تھا تھوڑے سے کھانے کو اتنا کثیر کر دیتا کہ سینکڑوں صحابہ کھانا کھا لیتے جس زبان سے نکلنے والے لعاب میں برکت ہی برکت تھی اسی زبان کو چوس کے حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاس کو بجھایا تھا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَشْهَدُ لَخَرَجْنَا مع رسولِ اللهِ ﷺ حتى اذا كُنَّا ببعضِ الطريقِ سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الحسنَ والحسينَ وهُمَا يَبْكِيَانِ وهُمَا مع اُمِّهِما فاَسْرَعَ السَّيْرَ حتى اَتَاهُمَا فَسَمِعْتُهُ يقولُ ماشانُ اِبْنَيَّ فَقَالَتِ العطشُ قال فاخلفَ رسولُ اللهِ ﷺ الى شَنَّةٍ يَبْتَغِي فيها ماءً او كان الماءُ يَوْمَئِذٍ اِغْدَارًا والنَّاسُ يُرِيْدُوْنَ فَنَادٰى هَلْ اَحدٌ مِنْكُمْ مَعَهُ مَاءٌ فَلَمْ يَبْقَ احدٌ اِلَّا اخلفَ بِيَدِهِ اِلٰى كَلَامِهِ يَبْتَغِي الْمَاءَ فِي شَنِّهِ فلم يَجِدْ اَحدٌ مِنهُمْ قَطْرَةً فَقَالَ رَسولُ اللهِ ﷺ نَاوِلِيْنِي اَحَدَهُمَا فَنَاوَلَتْهُ اِيَّاهُ مِنْ تَحْتِ الْخِدْرِ فَرَاَيْتُ بَيَاضَ ذِرَاعَيْهِمَا حِيْنَ نَاوَلَتْهُ فَاَخَذَهُ فَضَمَّهُ اِلٰى صَدْرِهِ وَهُوَ يَضْغُو مَا يَسْكُتُ فَاَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يَمُصُّهُ حتى هَدَأَ اَوْ سَكَنَ فَلَمْ يَكُنْ لَهُ بُكَاءٌ وَالْآخَرُ يَبْكِيْ كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلِيْنِي الْآخَرَ

فَنَاوَلَهُ إِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهِ كَذَلِكَ فَسَكَتَا فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُمَا صَوْتًا۔[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (سفر میں) نکلے ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ آپ ﷺ نے حسن وحسین علیہما السلام کی آواز سنی دونوں رو رہے تھے اور دونوں اپنی والدہ ماجدہ (سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا) کے پاس ہی تھے۔ پس آپ ﷺ ان کے پاس تیزی سے پہنچے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے آپ ﷺ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بتایا انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ نبی اکرم ﷺ پانی لینے کے لئے مشکیزے کی طرف بڑھے۔ ان دنوں پانی کی سخت قلت تھی اور لوگوں کو پانی کی شدید ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو آواز دی: کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر ایک نے کجاووں سے لٹکتے ہوئے مشکیزوں میں پانی دیکھا مگر ان کو قطرہ تک نہ ملا۔ مگر ان کو قطرہ تک نہ ملا۔ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: ایک بچہ مجھے دیں انہوں نے ایک کو پردے کے نیچے سے دے دیا۔ پس آپ ﷺ نے اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا مگر وہ سخت پیاس کی وجہ سے مسلسل رو رہا تھا اور خاموش نہیں ہو رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی وہ اسے چوسنے لگا حتی کہ سیرابی کی وجہ سے سکون میں آ گیا میں نے دوبارہ اس کے رونے کی آواز نہ سنی' جب کہ دوسرا ابھی اسی طرح (مسلسل رو رہا تھا) پس نبی ﷺ نے فرمایا: دوسرا بھی مجھے دے دیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

[1] طبرانی، المعجم الکبیر، ۳/ ۵۰، رقم: ۲۶۵۶، ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹/ ۱۸۱، ہیثمی نے اس کے رواۃ ثقہ قرار دیئے ہیں۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶/ ۲۳۱، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۱۳/ ۲۲۱، عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲/ ۲۹۸، شوکانی، درالسحابہ فی مناقب القرابہ والصحابہ: ۳۰۶، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱/ ۱۰۶

دوسرے کو بھی نبی ﷺ کے حوالے کر دیا نبی ﷺ نے اس سے بھی وہی معاملہ کیا (یعنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی) سو وہ دونوں ایسے خاموش ہوئے کہ میں نے دوبارہ ان کے رونے کی آواز نہ سنی''۔

غور فرمایئے! نبی کائنات ﷺ سے حسن وحسین علیہما السلام کا پیاس سے بلکنا برداشت نہیں ہو سکا آپ نے بے چینی کے عالم میں قافلہ میں اعلان کیا کہ کسی کے پاس پانی ہے تو حسنین کی پیاس بجھا دے پھر اپنے نواسوں کی تشنگی دور کرنے کیلئے زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی کیا میدان کربلا میں اسی حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کرنے والے شقی القلب لوگوں سے سردار دو جہاں خوش ہوں گے آہ کس قدر ظالم تھے وہ لوگ جنہوں نے نواسہ رسول کو پیاس کی شدت میں شہید کر دیا جن کے نزدیک کسی جانور کا پانی پی کر پیاس بجھا لینا تو جائز تھا لیکن خانوادہ رسول کیلئے پانی پینا جرم تھا کس قدر بدنصیب تھے وہ لوگ جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ کی تڑپتی لاش کو اپنے لئے انعام سمجھتے رہے حالانکہ تاریخ نے ہمیشہ کیلئے ان کے منہ پر کالک مل دی اور انہیں قابل نفرت افراد کا روپ دے دیا اور دوسری طرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو وہ عظمت دی کہ ان کی شخصیت تو ایک طرف ان کے جسم سے خون کے قطرات بھی جس سر زمین پر گرے اسے شعراء یوں خراج عقیدت پیش کرنے لگے۔

اے کربلا کی خاک، تو اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول
مظلوم کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ

(ظفر علی خانؒ)

حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں

حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو اس وجہ سے بھی چار چاند لگ جاتے ہیں کہ انہیں صحابی رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے اور صحابہ کی شخصیات صرف تاریخی حیثیت ہی نہیں رکھتیں بلکہ ان کی شخصیات شرعی حیثیت کی مالک ہیں ان سے محبت ان کا دفاع اور ان کی تعظیم سب شریعت کا حصہ ہیں مثال کے طور پر چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

ایک مُد جو کا مقام:

عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَاتَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَانَصِيفَهُ۔[1]

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

صحابہ کا ایک مد غلہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اجر و ثواب میں اتنا بڑھ کے ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر کے بھی اس مد کو نہیں پہنچ سکتے اور مد کیا ہے علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الْمُدِّ مُقَدَّرٌ أَنْ يَمُدَّ الرَّجُلُ يَدَيْهِ فَيَمْلَأَ كَفَّيْهِ طَعَامًا۔[2]

"مد جنس طعام کی اس مقدار کو کہتے ہیں جسے آدمی اپنی دونوں ہتھیلیوں میں بھرتا

[1] اللولؤ والمرجان، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہ رضی اللہ عنہم

[2] اسلامی اوزان از فاروق اصغر صارم، بحوالہ نہایہ، ۳۰۸/۴

ہے۔"

صحابہ کو گالی دینا لعنت کا باعث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:۔

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔[1]

"جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اس پر اللہ تعالی فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

صحابہ کو گالی دینے والا بندہ پیغمبر کائنات ﷺ کی زبان سے لعنتی آدمی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کا شمار بھی صحابہ میں ہے اور یہ بات محکم ہے کہ تابعین یا ان کے بعد آنے والے مقام و مرتبہ میں کسی ادنیٰ صحابی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے اور حسین رضی اللہ عنہ تو صحابی ہونے کے ساتھ اہل بیت سے بھی تعلق رکھتے ہیں نواسہ و رسول بھی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے کی وجوہات کیا ہیں امام ذہبی رحمہ اللہ کتاب الکبائر میں لکھتے ہیں:

"صحابہؓ سے ان کے فضائل و مناقب کی بنا پر محبت کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ محبت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں رہے' آپ کے مشن کو تر و تازہ رکھا' آپؐ کے ساتھ ایمان لائے' آپ کو تقویت دی' اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی غم خواری کی۔ تو جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ یقیناً رسول اکرم ﷺ سے محبت رکھتا ہے اسی لیے اس نے آپ کے خدمتگاروں سے محبت کی۔ تو گویا صحابہؓ سے محبت آپ ﷺ سے محبت کا عنوان ہے اور صحابہؓ سے بغض آپ ﷺ کے ساتھ بغض کا عنوان ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ انصار کے ساتھ محبت رکھنا ایمان میں سے ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا نفاق میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین میں خوب سبقت کی اور دوڑ دھوپ کی اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے کافروں کے ساتھ جس طرح ہو سکا جہاد کیا۔

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ، جلد ۵، حدیث: ۲۳۴۰

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا اندازہ ان کے حالات' سیرت اور کارناموں سے لگایا جاتا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سرانجام دیئے اور آپ ؐ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جو کردار ان کا رہا۔ مثلاً ایمان کی طرف سبقت کرنا' کافروں سے جہاد کرنا' دین کی نشر واشاعت' اسلامی شعائر کا اظہار' اللہ اور اس کے پیغمبر ؐ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے کوشش' اور آپ ؐ کے فرائض وسنن کی تعلیم۔ اگر یہ پاکباز ہستیاں اللہ نہ بناتا تو ہم تک دین کے اصول وفروع میں سے کچھ بھی نہ پہنچ پاتا' نہ ہمیں کسی فریضے اور سنت کا پتہ چل سکتا' اور نہ ہمیں کوئی حدیث اور خبر مل سکتی۔

لہٰذا جو شخص ان کی جانب طعن وتشنیع سے کام لے اور ان کو گالی دے وہ دین سے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں طعن ان کی برائیوں کا دل میں اعتقاد رکھنے کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اس کا سبب ان کے متعلق سینے میں کینہ وبغض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں جو ان کی مدح وثنا بیان کی ہے اس کا انکار ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ان کے متعلق تعریفی کلمات کی نفی اور انکار ہوتا ہے۔

احادیث بیان کرنے کا شرف:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ وہ صاحب روایت صحابی ہیں کتب احادیث میں ان سے مروی احادیث ان کی عظمت کے روشن چراغ ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کے راویوں پر بحث کرتے ہوئے شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ "اکمال فی السماء الرجال" میں حرف الحاء کے ضمن میں پانچویں نمبر پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُوَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَكُنْيَتُهُ أَبُوْعَبْدِاللهِ سِبْطُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَرَيْحَانَتُهُ وَسَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ[1]

[1] اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ شیخ ولی الدین ابی عبدالله محمد بن عبدالله الخطیب حرف الحاء فصل فی الصحابه

"حسین سے مراد حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور ان کے پھول اور اہل جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

اسی فصل میں حاشیہ نمبر ۳ پر ہے:

قَالَ اِبْنُ حَجَرٍ فِي الْخُلَاصَةِ رَوٰى عَنْ جَدِّهٖ صلی الله علیه وسلم ثَمَانِيَةَ أَحَادِيْثَ

"ابن حجر خلاصہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا سے آٹھ احادیث روایت فرماتے ہیں۔"

صحیح ترین سند:

کتب احادیث میں بعض حدیثیں ایسی ہیں کہ جنہیں راوی اپنے باپ اور دادا کے واسطے سے نقل کرتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ایک ایسی ہی حدیث کے بارے میں جس کی سند اس طرح سے چلتی ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ[1]

کے متعلق فرماتے ہیں باپ دادا کی روایت بیان کرنے والوں میں یہ سند صحیح ترین اور سب سے بلند درجہ کی ہے۔ تہذیب التھذیب میں ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کا یہ قول درج ہے۔

دنیائے حدیث میں صحیح ترین سند ﴿زُهْرِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ﴾ ہے۔

اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق اس سلسلہ ذھبیہ سے جڑ جاتا ہے جہاں محدثین حدثنا اور اخبرنا جیسے محبت بھرے الفاظ بول کے اپنے اساتذہ اور شیوخ کا تذکرہ کرتے ہیں،

[1] فتح الباری ، ۳۰/ ۱۵

ایسے ہی حضرت حسین سے روایت کرنے والوں نے یہ الفاظ استعمال کر کے عظمتِ حسین کو تسلیم کیا ہے، نمونہ کے طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری سے دو حدیثیں درج کر رہے ہیں۔

پہلی حدیث:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ أَنَّ حُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْفُسُنَا بِيَدِاللّٰهِ فَإِذَا شَآءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَّضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔[1]

''امام زہری روایت کرتے ہیں کہ مجھے علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اور انہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک رات رسول اللہ نے انہیں اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آواز دے کر فرمایا کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے گا اٹھا دے گا، جب میں نے یہ کہا تو آپ لوٹ گئے اور کچھ جواب نہ دیا پھر میں نے سنا جب آپ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے اپنی ران پر ہاتھ مارتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے ''وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا'' یعنی انسان سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔''

دوسری حدیث:

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ

[1] صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل والنوافل من غیرایجاب ……

أَبِيْ طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَأَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَارِفًا أُخْرٰى فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيْعَهُ وَمَعِيَ صَائِغٌ مِّنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِيْنَ بِهِ عَلٰى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِيْ ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ فَقَالَتْ يَاحَمْزَةُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ'' فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَنَظَرْتُ إِلٰى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِيْ فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَدَخَلَ عَلٰى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيْدٌ لِآبَائِيْ فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَهْقِرُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ۔[1]

''علی بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بدر کے دن جو غنیمت کا مال ہاتھ آیا اس میں مجھے نبی ﷺ کے ساتھ ایک جوان اونٹنی ملی اور ایک اونٹنی مجھے نبی نے خود عنایت فرمائی میں نے دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری آدمی کے دروازے پر بٹھایا اور میرا ارادہ تھا کہ ان پر اذخر گھاس لاد کر لاؤں اس کو بیچوں میرے ساتھ بنو قینقاع کا ایک سنار بھی تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو میں نکاح کرنے والا تھا اس کا ولیمہ کروں، اس وقت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے اور گانے والی گا رہی تھی، اس نے یہ مصرع گایا ''اٹھو حمزہ فربہ جوان اونٹنیاں'' یہ سن کر حمزہ تلوار لے کر اٹھے ان کے کوہان کاٹ لئے ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے اور

[1] صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب بیع الحطب والکلا

کلیجیاں نکال لیں، (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں واپس آیا) تو میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس سے میں گھبرا گیا میں اس وقت نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سارا قصہ کہہ سنایا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے چنانچہ آپ ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے اور میں بھی ساتھ تھا آپ حمزہ کے پاس پہنچے اور ان پر غصے ہوئے، حمزہ نے (جو نشہ کی کیفیت میں تھے) آنکھ اٹھائی اور کہنے لگے تم تو میرے باپ دادا کے غلام ہو یہ حال دیکھ کر نبی ﷺ وہاں سے پچھلے پاؤں لوٹے اور واپس آ گئے اور یہ واقعہ شراب حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔"

❀❀❀

جنہیں رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ چومتے رہے

بوسہ آدمی اس چیز کو دیتا ہے جو اسے پیاری ہو اور بوسہ فرط محبت کا اظہار ہے دل کے جذبات اگر زبان پر آئیں تو الفاظ کا روپ دھار لیتے ہیں اور اگر دل کی محبت ہونٹوں پر آئے تو بعض دفعہ وفور شوق میں بوسوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے نبی ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی محبت کا بارہا اظہار کیا مثال کے طور پر ذیل کی روایت پڑھیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ[1]

"حضرت ابوہریرۃ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ دن کے کسی حصہ میں گھر سے چلے میں بھی ساتھ تھا نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر واپس ہوئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے پھر فرمایا: (آپ نے پوچھا) وہ بچہ کہاں ہے؟ وہ بچہ کہاں ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مصروفیت کی وجہ سے) فوراً آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں میں نے خیال کیا ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا پھر فرمایا اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔"

---

[1] اخرجه البخاری فی کتاب البیوع، باب ماذکر فی الأسواق ۳/ ۸۷ (ط. الشعب) واخرجه البخاری، ایضًا فی باب: السخاب للصبیان ۷/ ۲۰۵

نبی ﷺ کے بوسے کی اہمیت:

حضرت عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ یَعْنِی الْأَسْوَدَ ۔ وَیَقُولُ إِنِّی أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ لَوْلَا أَنِّی رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ (ﷺ) یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ [1]

"میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا اور وہ فرما رہے تھے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے (کبھی) بوسہ نہ دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس پتھر کو محبت سے چوم رہے ہیں جس سے نبی ﷺ کے پیارے ہونٹ مس ہوئے اور ساتھ اس بات کا اظہار بھی کر رہے ہیں

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود پہ
وگرنہ ہم مسلمانوں کا کیا رکھا ہے اس پتھر میں

اگر مسلمانوں نے اپنے نبی کو حجر اسود کا بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بھی وہ حجر اسود کو بوسہ نہ دیتے اس لئے کہ حج بھی اطاعت مصطفیٰ کا نام ہے کیا ہمارے لئے یہی کافی نہیں کہ پیغمبر نے اپنے جن پیارے نواسوں کو بوسے دے کر ہمیں اُن سے محبت کی دعوت دی ہے ہم اس نبی ﷺ کی خاطر ہی اپنی تحقیق کے بکس بند کر کے اپنے دل میں حسین کی محبت کو جگہ دیں اور نبی کی خاطر اس اختلاف کو ترک کر کے کہ کون حق پر تھا اور کون نہیں تھا محبت اہل بیت کو اپنے دامن میں بھر لیں اور ان کی مدح سرائی میں اپنے قلم کو جنبش دے کر رسول اللہ ﷺ کے ثنا خوانوں میں اپنا نام لکھوا لیں شاید یہی ہماری سابقہ زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ بن جائے۔

[1] صحیح بخاری 'کتاب الحج' باب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف

اعزازات

سابقہ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے وہ محبوب نواسے ہیں جنہیں نبی ﷺ نے بے شمار اعزازات سے نوازا ہے، یہ وہ اعزاز ہیں جو کسی اور صحابی کے حصہ میں نہیں آئے، یہ اعزاز نہ تو کوئی ان سے چھین سکتا ہے اور نہ ہی کتب احادیث سے عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ کے ان روشن چراغوں کو بجھایا جا سکتا ہے۔

① نبی کائنات ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کا نام خود رکھا ذیل کی روایت میں اس کا ذکر موجود ہے اور امام احمد محمد شاکر نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: لَمَّا وَلَدَ الْحَسَنُ سَمَّیْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ: أَرُونِی ابْنِی مَا سَمَّیْتُمُوهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ، فَلَمَّا وَلَدَ الْحُسَیْنُ سَمَّیْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ: أَرُونِی ابْنِی، مَا سَمَّیْتُمُوهُ؟ قَالَ قُلْتُ: حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حُسَیْنٌ [1]

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، پس رسول اللہ ﷺ تشریف اور فرمایا مجھے میرے بیٹے کی زیارت کراؤ، اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حرب، آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ تو حسن ہے، اور جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، چنانچہ

[1] الحدیث اخرجه الطیالسی فی مسنده ح:۱۲۹، والإمام احمد ۱/ ۹۸، میمنیة وبرقم ۷۶۹ط، شاکر، وقال: اسناده صحیح، والحدیث فی مجمع الزوائد ۸/ ۵۲، حیث قال: رواه احمد والبزار والطبرانی ذکره ابن حبان فی الثقات، والحدیث مکرر برقم: ۹۵۳، وشبر: امیر

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، میں نے کہا حرب، آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ تو حسین ہے۔''

❀ نبی ﷺ کی جانب سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ۔[1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے کے دو دو دنبے ذبح کئے۔''

❀ حسینؓ کی دعا حق و باطل کے فیصلے کا معیار:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اگرچہ واضح الفاظ میں فرمادیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (احزاب:۴۰)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

لیکن نبی ﷺ نے خصوصی شفقت کی وجہ سے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو وہ مقام دیا جو بیٹوں کو دیا جاتا ہے، چنانچہ کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ۔[2]

---

[1] نسائی، السنن ۷/ ۱۶۵، کتاب العقیقه، رقم:۴۲۱۹، نسائی السنن الکبری، ۳/ ۷۶، رقم:۴۵۴۵، سیوطی، تنویر الحوالك، ۱/ ۳۳۵، رقم:۱۰۷۱، زرقانی، شرح الموطا،۳/ ۱۳۰، شوکانی، نیل الاوطار،۵/ ۲۲۷، مبارکپوری، تحفة الاحوذی،۵/ ۸۷، صنعانی، سبل السلام، ۴/ ۹۸

[2] مسلم الصحیح، ۴/ ۱۸۷۱،کتاب فضائل الصحابه، رقم:۲۴۰۴، ←

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ ''آپ فرمادیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ'' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا، پھر فرمایا یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔''

معلوم ہوا کہ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کے موقع پر وحی الٰہی نے حسنین رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ کے بیٹوں جیسا مقام دیا اور ان کی دعا کو حق و باطل کے فیصلہ میں مرکزی حیثیت دی۔

❀ چادرِ مصطفیٰ ﷺ کے سایہ میں:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَمَعَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ثُمَّ اَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهٖ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَيْتِيْ۔[1]

''ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے فاطمہ سلام اللہ علیھا اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جمع فرما کر ان کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

☆ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کے لئے نبی ﷺ نے دعا کی کہ اللہ ایسے بندے سے محبت رکھ۔

☆ دنیا سے جاتے ہوئے آپ ﷺ نے کم بیش ایک لاکھ صحابہ کو مخاطب ہو کے یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رکھو

→ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵/ ۲۲۵،کتاب تفسیر القرآن، رقم :۲۹۹۹، احمد بن حنبل، المسند، ۱/ ۱۸۵، رقم:۱۶۰۸

[1] طبرانی، المعجم الکبیر،۳/ ۵۳ رقم:۲۶۶۳، طبرانی، المعجم الکبیر،۲۳/ ۳۰۸، رقم:۶۹۶، ابن موسیٰ، معتصر المختصر،۲/ ۲۶۶، حاکم، المستدرک، ۳/ ۱۵۸، رقم:۴۷۰۵، طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۲/ ۸، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،۳/ ۴۸۳

گے تو گمراہ نہ ہو گے ان میں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔"

یہاں اہل بیت کی محبت کو گمراہی سے بچاؤ کا ایک سبب قرار دے دیا۔

☆ عبادت کے دوران بھی حسین رضی اللہ عنہ کی تکلیف آپ ﷺ سے برداشت نہ ہو سکی اس لئے حسین کی خاطر دورانِ خطبہ منبر سے اُترے اور نماز کے دوران سجدہ کو لمبا کر دیا۔

نوٹ: ان سب کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

صحابہ اور محبتِ اہل بیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت سے محبت رکھنا ضروری سمجھتے تھے، ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے صحابہ کی اہل بیت سے محبت جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ[1]

"تم محمد ﷺ کا ان کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔"

ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف (ریاض الصالحین مترجم، طبع دار السلام) میں لکھتے ہیں، اس میں اہل بیت نبوی کی محبت اور ان کی عزت وتوقیر کو نبی ﷺ کے احترام ووقار کے ساتھ منسلک کر دیا ہے، یعنی جو اہل بیت کی عزت کرے گا وہ گویا نبی ﷺ کی قدر ومنزلت کرنے والا شمار ہوگا اس کے برعکس جو دل عظمت اہل بیت سے خالی ہے وہ دل احترام نبوت سے خالی ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے اتنی محبت تھی کہ بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے، اُن کے دور میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے بارش طلب کرتے اور کہتے ہم نبی ﷺ کے توسل سے بارش مانگا کرتے تھے

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب الحسن والحسین

[2] ریاض الصالحین، جلد اوّل، باب اکرام اهل بیت رسول الله او بیان فضلهم

اور رب تعالیٰ ہم پر بارش برساتا اور اب ہم نبی ﷺ کے چچا کے توسل سے تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ اقتضاء الصراط میں لکھتے ہیں:

وَانْظُرْ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ وَضَعَ الدِّيْوَانَ، وَقَالُوْا لَهُ: يَبْدَأُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَفْسِهِ، وَقَالَ: لَا وَلٰكِنْ ضَعُوْا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَبَدَأَ بِأَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَنْ يَلِيْهِمْ، حَتّٰى جَاءَتْ نَوْبَتُهُ فِيْ بَنِيْ عَدِيٍّ، وَهُمْ مُتَأَخِّرُوْنَ عَنْ أَكْثَرِ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ۔[1]

''اور دیکھو کہ جب حضرت عمر ؓ نے وظائف کا رجسٹر تیار کیا تو لوگوں نے کہا: امیر المومنین! سب سے پہلے آپ اپنا نام لکھیں، آپ نے فرمایا: نہیں، عمر کو وہیں رہنے دو جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، پھر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے نام لکھے۔ پھر ان قبائل کے جو آپ ﷺ کے قبیلے سے قریب تھے۔ قریش کے اکثر قبائل لکھے جانے کے بعد آپ ؓ کے قبیلے بنو عدی کا نمبر آیا تو آپ ؓ نے اپنا نام ان میں لکھا۔''

عمرو بن عاص ؓ کی نظر میں:

فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے ایک دفعہ کعبۃ اللہ میں حضرت حسین ؓ کو دیکھا تو ان الفاظ میں اپنی محبت کا اظہار کیا:

هٰذَا أَحَبُّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلٰى أَهْلِ السَّمَاءِ الْيَوْمَ۔[2]

''اہل زمین میں سے آسمان والوں کے ہاں سب سے زیادہ محبوب یہ (حسین ؓ) ہیں۔''

حضرت عمرو بن عاص ؓ وہ ہیں جو امیر معاویہ ؓ کے ساتھ مل کر سیدنا علی ؓ

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، مخالفة اصحاب الجحیم. ۱۹۸

[2] سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۸۵

سے برسر پیکار رہے، لیکن اعتراف عظمت ہے کہ اہل زمین میں حسین ؓ کو سب سے بڑھ کر محبوب قرار دے رہے ہیں۔

عبداللہ بن عمر ؓ کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو نعم فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے دریافت کیا کہ حالتِ احرام میں مکھی مارنے کا کیا حکم ہے، اس پر عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا:

أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔[1]

''عراق والے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ (اس کو قتل کرنا کیسا ہے؟) حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کے نواسے کو قتل کر دیا اور نبی ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کی نسبت فرمایا تھا یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

عبداللہ بن عمر ؓ اگر چاہتے تو سوال کے مطابق جواب دے دیتے لیکن ان کا دل حسین ؓ کی شہادت پر تڑپ رہا تھا اور عراقیوں کے اس مذموم فعل پر وہ غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے، جب ان سے سوال کیا گیا تو حب اہل بیت نے جوش مارا اور وہ ضبط نہ کر سکے، عبداللہ بن عمر ؓ کی ناراضگی قاتلین حسین کے منہ پر کسی طمانچے سے کم نہیں۔

❀❀❀

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کو میں اپنی کتاب کا مضمون نہیں بنانا چاہتا اس لئے کہ شہادتِ حسین پر بعض نام نہاد تحقیق نگاروں اور ناقدین نے اپنے قلم تیشے کی صورت میں استعمال کر کے عظمتِ حسین کی بلند عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کی ہے، اسی طرح بعض افسانہ نگاروں نے اسے دیومالائی داستانوں میں بدل دیا ہے، تاریخ کے چہرے سے گرد غبار جھاڑ کے بوسیدہ کتابوں کے ذریعہ حقائق تک پہنچنا لمبی تفصیل کا متقاضی ہے۔ اس لئے "شہادتِ حسین" پر بندہ احقر الگ سے ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ شہادت کے بغیر کتاب نامکمل رہتی ہے اس لئے شہادت حسین سے متعلقہ چند احادیث نقل کر کے آخر میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا ایک مختصر اور جامع مضمون نقل کردیں گے تاکہ کسی حد تک تشنگی دور ہو سکے۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر عالم بیداری میں:

نبی ﷺ کو بیداری کے عالم میں جبریل امین کے ذریعہ مطلع کیا گیا کہ آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا جائے گا اور نبی ﷺ کے طلب کرنے پر جبریل امین نے آپ ﷺ مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی بھی لا کر دی کہ یہ سرزمین کربلا کی مٹی ہے جہاں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر کا ناحق خون بہایا جائے گا، جہاں آپ کی محبتوں کا مرکز ومحور پیاس سے تڑپتا ہوا نیزوں کا مقابلہ کرے گا، اس ضمن میں چند روایات درج ہیں۔

ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّهُ سَارَ مَعَ عَلِيٍّ، وَكَانَ صَاحِبَ مِطْهَرَتِهِ، فَلَمَّا حَاذَىٰ نِيْنَوىٰ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَىٰ صِفِّيْنَ فَنَادَىٰ عَلِيٌّ:

اصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ، اصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قُلْتُ: وَمَاذَا؟ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيْضَانِ، قُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ أَغْضَبَكَ أَحَدٌ، مَاشَأْنُ عَيْنَيْكَ، تَفِيْضَانِ؟ قَالَ: بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِيْ جِبْرِيْلُ قَبْلُ فَحَدَّثَنِيْ أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قَالَ: فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهِ؟ قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ فَمَدَّ يَدَهُ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَأَعْطَانِيْهَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا[1]

"حضرت عبداللہ بن نجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی کیلئے وضو کے پانی کا اہتمام کیا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا تو جب وہ صفین کی جانب چلتے ہوئے نینویٰ کے مقام پر پہنچے تو بلند آواز سے پکارنے لگے، اے ابو عبداللہ صبر کرنا، اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا، میں نے عرض کیا، یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں ایک دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور (دیکھا کہ) آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی: کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ آپ کی آنکھوں کا آنسو برسانے سے کیا حال ہو رہا ہے، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تھوڑی دیر پہلے جبریل میرے پاس سے اٹھے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو فرات کے کنارے قتل کردیا جائے گا، اگر آپ چاہتے ہیں تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سونگھا سکتا ہوں، میں نے کہا: ہاں تو جبریل امین نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی پکڑ کے مجھے دے دی، پس میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا اور وہ بہہ پڑیں۔"

دوسری روایت میں ہے:

[1] اخرجه الإمام احمد فى مسنده ۱/ ۸۵ (ميمنية) وبرقم: ۶۴۸ (ط.شاكر) وقال: اسناده صحيح، واشار الهيثمى اليه فى مجمع الزوائد ۹/ ۱۸۷، وقال: رواه احمد و ابويعلىٰ والبزار والطبرانى، ورجاله ثقات، ولم ينفرد نُجَيّ بهذا.

لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا، فَقَالَ لِيْ: اِنَّ ابْنَكَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ، وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا، قَالَ: فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔[1]

''میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ داخل ہوا جو میرے ہاں پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے بتایا کہ بلاشبہ تمہارا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیا جائے گا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سرزمین کی مٹی دکھا دیتا ہوں، جہاں اسے قتل کیا جائے گا، چنانچہ اس نے کچھ سرخ مٹی نکال کے دے دی۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نبی ﷺ دے چکے تھے، ۶۱ ھ کے ماہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دور کے متعلق بھی متعدد روایات ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

میری امت کی ہلاکت چند بے وقوف جوانوں سے:

عَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَدِيْنَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ اَخْرُجُ مَعَ جَدِّيْ اِلٰى بَنِيْ مَرْوَانَ حِيْنَ مَلَكُوْا بِالشَّامِ فَاِذَا رَاٰهُمْ غِلْمَانًا اَحْدَاثًا قَالَ لَنَا عَسٰى هٰؤُلَاءِ اَنْ يَكُوْنُوْا مِنْهُمْ قُلْنَا اَنْتَ اَعْلَمُ۔[2]

''عمرو بن سعید نے کہا مجھ سے میرے دادا (سعید) نے بیان کیا میں مسجد نبوی

[1] اخرجه الإمام احمد في مسنده ۶/ ۲۹۴، سلسلة احاديث صحيحة ۳/ ۸۲۲

[2] صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم هلاك امتي على يدي اغيلمة سفهاء

میں مدینہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور مروان بھی وہیں تھا، اتنے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پیغمبر سے سنا جو سچے تھے اور اللہ نے اُن کو سچا کیا تھا، آپ فرماتے تھے، قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھ میری امت تباہ ہوگی، مروان نے کہا: اللہ اُن پر لعنت کرے چھوکروں کے ہاتھ سے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں چاہوں تو اُن کے نام بیان کردوں، فلاں کے بیٹے، فلاں کے بیٹے، عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں میں اپنے دادا کے ساتھ مروان کی اولاد کے پاس جایا کرتا، جب وہ شام کے ملک میں حاکم بن گئے تھے، میرے دادا جب ان کم عمر لڑکوں کو دیکھتے تو کہتے شاید یہ چھوکرے بھی اس حدیث میں داخل ہوں، ہم لوگ کہتے تم جانو۔''

علامہ وحید الزماں رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تیسیر الباری میں لکھتے ہیں: آپ کے فرمانے کا مطلب ہے چھوکروں کی حکومت خرابی اور بربادی کی جڑ ہے، آخر مسلمانوں پر وہ تباہی آئی جب مسلمانوں کے سردار امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، جن سے اسلام کی زینت تھی اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی ہوئی، بہت سے صحابہ اور تابعین کو مدینہ میں آ کے شہید کر دیا گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت کتاب العلم میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ فَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْبَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ۔[1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے (علم کے) دو تھیلے سیکھے، یعنی دو طرح کے علم حاصل کئے ایک کو میں نے (لوگوں میں) پھیلا دیا اور

[1] صحيح بخاري شريف، كتاب العلم، باب حفظ العلم

دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ میرا بلعوم کاٹ ڈالا جائے۔"

امام بخاریؒ نے فرمایا بلعوم زخرہ ہے جس سے کھانا اترتا ہے۔

دوسری قسم کا علم جس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اسے بیان کردوں تو میری شہ رگ کو کاٹ دیا جائے اس کی وضاحت میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهٖ عَلَى الصَّحِيْحِ مِنْ اَقْوَالِ الْعُلَمَآءِ عِلْمُ الْفِتَنِ وَالْوَاقِعَاتِ الَّتِیْ وَقَعَتْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ مِنْ شَهَادَةِ عُثْمَانَ وَشَهَادَةِ الْحُسَيْنِ وَغَيْرِ ذَالِكَ وَكَانَ يَخَافُهٗ فِیْ اِفْشَائِهَا وَتعين اسْمَآء اَصْحَابِهَا مِنْ غِلْمَانِ بَنِیْ اُمَيَّةَ وَفِتْيَانِهِمْ [1]

"اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد، ان فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت وغیرہ کے واقعات ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ گروں کے ناموں کے بتانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لونڈے اور ان کی نوخیز نسل اس سے برہم ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے۔"

میدانِ کربلا میں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق چونکہ خانوادہ نبوت سے تھا اس لئے ہمت و پامردی اور صبر و ضبط جیسی صفات ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں یہی وجہ ہے کہ میدان کربلا میں انہوں نے بڑے بڑے صدمے سینے پر پہاڑ کی طرح برداشت کر لئے، ہاں فرات کے کنارے غم و الم کے بادل تھے جو اس لٹے پٹے قافلے پر برس رہے تھے، ظلم کے تیر تھے جو قلب و جگر میں پیوست ہو رہے تھے مگر اس دہکتے الاؤ میں خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی کیسی

[1] شرح تراجم ابواب البخاری باب مذکورہ

کیسی مثالیں رقم کیں، آئیے پڑھیے:

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی تحریر

میدان کربلا میں صبر و استقامت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کو دیکھو کہ کس طرح انہوں نے سخت سے سخت مصائب کے وقت صبر و استقامت، رضاء و توکل اور رجوع و انابت الی اللہ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔

پہلا واقعہ:

سب سے پہلے سفر عراق میں جاتے ہوئے جب "زرود" مقام پر آپ پہنچے اور آپؓ کو اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ نے اسے قتل کروا دیا ہے، تو کیا آپ نے جزع و فزع کا اظہار کیا؟ نہیں بلکہ آپ نے سنا تو بار بار یہی پڑھتے رہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اور یہی قرآن کریم نے اہل صبر کی تعریف میں فرمایا ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۵۵،۱۵۶)

"صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو یہ لوگ ہیں جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

دوسرا واقعہ:

جس وقت ابن زیاد کی بھیجی ہوئی فوجوں نے جو ہزارہا کی تعداد میں تھیں، آپؓ پر اور آپ کے رفقاء پر حملہ کیلئے اقدام کیا۔ اس وقت حضرت امام کے رفقاء کی تعداد کل ۷۲ تھی اور دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں دشمن تھا۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس وقت بھی

آپ نے صبر و توکل اور اعتماد علی اللہ کا کیسا ثبوت پیش کیا؟ اس وقت کی دعا یہ تھی ''الٰہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ ہر تکلیف میں تجھی پر اعتماد و توکل ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں کہ تدبیر نے جواب دے دیا۔ دوست نے بے وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں۔ مگر میں نے تجھ ہی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے تو ہی احسان والا اور ہر نعمت کا مالک ہے۔''

تیسرا واقعہ:

جب جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو حضرت حسین اس سے چند منٹ پیشتر اپنے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت زینبؓ کو فرماتے ہیں سب اہل بیت کو جمع کرو۔ سب حاضر ہوتے ہیں، تو آپ ان سب کو مخاطب کر کے یہ وصیت فرماتے ہیں:

أُوْصِيْكُنَّ إِذَا أَنَا قُتِلْتُ فَلَا تَشْقُقْنَ عَلَيَّ جَيْبًا وَلَا تَلْطِمْنَ عَلَيَّ خَدًّا وَلَا تَخْدِشْنَ عَلَيَّ وَجْهًا۔

''تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میں جس وقت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان چاک کرنا، نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔''

چوتھا واقعہ:

جس وقت حضرت حسین میدان کربلا میں قاسم بن حسن کی لاش کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے سامنے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آوازیں آپ کو سنائی دیں، آپ نے اس وقت بھی یہی ارشاد فرمایا:

صَبْرًا يَا أَهْلَ بَيْتِيْ، صَبْرًا يَا ابْنَا عُمُوْمَتِيْ، لَا رَأَيْتُمْ هَوَانًا بَعْدَ ذٰلِكَ۔

''اے اہل بیت صبر کرو، اے چچاؤں کی اولاد صبر کرو، اس کے بعد تمہیں کوئی ذلت اور تکلیف آنے والی نہیں۔''

پانچواں واقعہ:

جس وقت حضرت حسن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے چچا امام حسین پر تلوار کے وار کو روکا تو ان کا داہنا ہاتھ شانہ سے کٹ کر جدا ہو گیا، تو حضرت امام نے اپنے خاندان کے اس نوجوان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا نَزَلَ بِكَ وَاحْتَسِبْ فِيْ ذٰلِكَ الْخَيْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُلْحِقُكَ بِآبَائِكَ الصَّالِحِيْنَ۔

''بھتیجے! جو مصیبت اس وقت تم پر آئی ہے، اس پر صبر کرو اور اس پر اللہ سے ثواب کے امیدوار رہو، اب بہت جلد اللہ تم کو تیرے صالح باپ دادوں سے ملا دے گا۔''

چھٹا واقعہ:

میدان کربلا کے سارے واقعات کو لکھنا اور ان میں حضرت حسین کا اسوۂ حسنہ دیکھنا تو زیادہ تفصیل کا طالب ہے۔ اب آخر میں آپ خود حضرت امام کے واقعہ شہادت کو دیکھئے کہ جب آپ کا جسم زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔ تو اس وقت بھی فاطمہؓ کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانان جنت کے سردار حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے:

صَبْرًا عَلٰى قَضَائِكَ يَا رَبِّ لَا إِلٰهَ سِوَاكَ

''تیرے فیصلہ پر میں صابر اور راضی ہوں۔ اے میرے رب! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔''[1] (مولانا داؤد غزنوی کا مضمون ختم ہوا)

قتل حسین رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا اتنا بڑا فعل تھا کہ جس سے نہ صرف ایمان والوں کے

[1] اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ، از سید محمد داؤد غزنوی، صفحہ ۲۸ تا ۳۰

دلوں پر چھریاں چل گئیں بلکہ پیغمبر کائنات ﷺ نے بھی اس پر اذیت محسوس کی، جس کا اندازہ مشکوۃ المصابیح کی درج ذیل روایت سے ہوتا ہے اور محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، بِيَدِهِ قَارُوْرَةٌ فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ مَا هٰذَا؟ قَالَ: ﴿هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ، وَلَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ﴾ فَأَحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَأَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ۔[1]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال پراگندہ تھے، جسم غبار آلود تھا، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، میں نے تعجب سے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسینؓ اور اس کے رفقاء کا خون ہے اور میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں۔ (ابن عباسؓ کہتے ہیں) میں نے اس تاریخ کو محفوظ رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حسینؓ اسی وقت قتل کیے گئے تھے۔"

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ مترجم مشکوۃ میں اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ یہاں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رنج و تکلیف ہوئی اس کا حال دریافت کرکے عالم ارواح میں آپ کو رنج ہوا اور مغموم ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچایا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی حرکت نہ کرے جس سے

[1] مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب والفضائل باب مناقب اهل بیت النبی الفصل الثالث، حدیث: ۶۱۸۱، وصححه الالبانی

حضرت کے اہل بیت کو دنیا میں یا آخرت میں رنج پہنچے۔"[1]

حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس حال میں شہید کیے گئے کہ اپنے وطن سے دور غریب شہر تھے، معصوم بچوں کو اپنے سامنے کٹتے ہوئے دیکھ رہے تھے، پیچھے خیموں میں بے بس عورتیں لاچاری کی تصویر بنی کھڑی تھیں، اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے دریغ لڑے اور کیفیت یہ تھی:

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؓ پر
ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؓ پر
یہ دکھ نبیؐ کی گود کے پالے حسینؓ پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؓ پر
تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

مشہور مؤرخ اکبر نجیب آبادی تاریخ اسلام کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا رہ جانے کے باوجود جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کیے ہیں ان حملوں کی شان دیکھنے والا ان کے ہمراہیوں میں سے کوئی نہ تھا، مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا، اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کیے جا رہے تھے۔ ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہے تھے لیکن جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے

[1] مشکوۃ مترجم، اسماعیل سلفی، کتاب وباب مذکورہ

لگے۔ دشمنوں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت حسین میرے ہاتھ سے شہید ہوں بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ حضرت حسین ؓ کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت حسین ؓ نے اس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے، پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزا مارا جو شکم سے پار ہو گیا...... آپ نیزے کا یہ زخم کھا کر گرے، اس نے نیزہ کھینچا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھنچ گئی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت حسین ؓ کا سر جسم سے جدا کیا۔[1]

حضرت حسین ؓ کا سر ایک طشت میں رکھ کر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا یہ وہ سر تھا جسے نبی ﷺ چوما کرتے تھے اور اپنی چادر میں چھپا لیا کرتے تھے جو فاطمہ ؓ کے دل کا ٹکڑا اور علی ؓ کی آنکھوں کا قرار تھا۔ مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین ؓ کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا، مجلس حاضرین سے لبریز تھی، ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، چھڑی آپ کے لبوں پر مارنے لگا۔

جب اس نے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم ؓ صحابی چلا اٹھے۔ ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے قسم اللہ کی میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہونٹ مبارک ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے، ابن زیاد خفا ہو گیا، اللہ تیری آنکھوں کو رلائے واللہ اگر بوڑھا ہو کر سٹھیانہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔"

زید بن ارقم ؓ یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے، اے عرب کے لوگو! آج کے بعد

[1] تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، صفحہ ۷۰، طبع الفیصل، اردو بازار، لاہور

سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے تم نے ذلت پسند کر لی اللہ انہیں مارے جو ذلت پسند کرتے ہیں۔"[1]

یہی واقعہ جامع ترمذی کے اندر ان الفاظ میں منقول ہے، حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں:

﴿كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُولُ بِقَضِيبٍ فِي أَنْفِهِ وَيَقُولُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لِمَ يُذْكَرُ قَالَ قُلْتُ أَمَا إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ﴾[2]

"میں ابن زیاد کے پاس تھا وہاں سیدنا حسین ؓ کا سر مبارک لایا گیا تو ابن زیاد ان کی ناک میں چھڑی مارنے لگا اور کہتا تھا میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا اور یہ کیوں ذکر کیا جاتا ہے' راوی نے کہا کہ میں بولا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔"

عبید اللہ بن زیاد کا انجام بد:

تاریخ میں مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ایک کردار ملتا ہے، یہ یزید کے بعد ایک فتنہ کی شکل میں نمودار ہوا، اس نے اپنے بے شمار معتقد پیدا کرنے کے بعد عجیب و غریب عقائد وضع کر کے اپنی روحانی قوتوں کا اعلان کر دیا۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، جلد دوم، ص ۱۱۲)

اگرچہ یہ خود ایک گمراہ آدمی تھا تاہم اس کے ہاتھوں عبید اللہ بن زیاد قتل ہوا اس کی فوج نے عبید اللہ بن زیادہ کا سر کاٹ کے کوفہ میں اس کی جانب روانہ کر دیا، نواسہ رسول

[1] انسانیت موت کے دروازے پر، ابو الکلام آزاد، صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، طبع مکتبہ محمدیہ

[2] جامع ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ / بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین ؓ

ﷺ کو چھڑی مارنے والے کا سرکس عبرت کا نمونہ بنا ذیل میں جامع ترمذی کی روایت پڑھئے، حضرت عمارہ بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿لَمَّا جِيْئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّ أَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحْبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا﴾[1]

"جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لاکر ڈال دیئے گئے جو رحبہ نامی مقام میں تھی تو میں وہاں گیا اور لوگ اچانک کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اور وہ ایک سانپ تھا کہ لوگوں میں سے ہوکر آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا پھر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہوگیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا وہ پھر گھسا اور اس طرح تین بار یا دو بار کیا۔"

گویا وہ سانپ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ نواسۂ رسول ﷺ کے قاتلو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں، تمہاری سزا یہی ہے کہ تم مرنے کے بعد بھی لوگوں کے لئے تماشۂ عبرت بن جاؤ، تمہارا نام بھی لوگ نفرت وحقارت سے لیں گے اور حسین رضی اللہ عنہ سے غیر مسلم بھی یوں محبت کا اظہار کریں گے۔

❀❀❀

---

[1] صحيح الاسناد جامع ترمذی للالبانی رحمه الله "كتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی الله عنه

محبتِ اہل بیت میں ڈوبی ہوئی ایک تحریر

ہمارا یقین ہے کہ اہل بیت سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے، محبوب سے محبت کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس کی محبوب چیزیں ہمیں بھی دل وجاں سے پیاری ہوں، حسن وحسین رضی اللہ عنہما پیغمبر کائنات ﷺ کے محبوب نواسے ہیں، ان سے محبت بھی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ جو قلب وجگر کی گہرائیوں تک اتر جائے، ذیل میں ہم پروفیسر ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی ایک تحریر درج کررہے ہیں جس کا ایک ایک حرف حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی محبت سے مہکتا ہوا پھول دکھائی دیتا ہے اور پھولوں کا یہ گلدستہ اُن قارئین کی خدمت میں ہدیہ ہے، جن کے دل ودماغ میں حب اہل بیت کی خوشبو بسی رہتی ہے۔ اور یہ محبت ان کی زبان اور ان کے قلم سے جھلکتی رہتی ہے۔

سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی تحریر:

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا، ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے انہیں تعلق خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب واحترام ان کی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محب رسول ہونے کا دعویٰ کریں اگر یہ کیفیت نہیں۔ ہے تو یہ حب رسول محض ایک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ وہ لبادہ جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے، جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عاشق نے کہا:

"اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری"

اے پھول اس لئے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے۔ اس

گھر کے درودیوار پر پیار آتا ہے جن میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔قیس عامری کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی — اقبل ذالجدار وذا الجدارا
وما حبُّ الدیار شغفن قلبی — ولاکن حبُّ من سکن الدیارا

''میں لیلیٰ کے گھروں گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کچھ ایسی بات نہیں کہاں گھروں کے پتھروں اور اینٹوں پر میں ریجھا ہوا ہوں، نہیں یہ تو اس کی محبت کا تقاضا ہے جو ان گھروں میں رہتا ہے۔''

وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے، ان راہوں پہ پیار آتا ہے۔

وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر وگل
جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے

قیس عامری کہتا ہے:

من آل لیلی وابن لیلی

لیلیٰ اب کہاں ہے۔لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں۔

یہ محبت کی عام واردات ہیں۔محبت تو جہاں بھی ہوگی، اس کے برگ و بار یہی ہیں۔ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو۔آپ ﷺ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا، صحابہ اس پر جھپٹ پڑتے۔صحابہ اسے تبرکاً اور تیمناً جسم پر ملتے تھے۔آپ کا لعاب مبارک صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا تھا، آپ حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا آپ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اچک لیتے تھے۔[1]

پس اس ذات اطہر واقدس کی محبت کا ایک بدیہی تقاضا ہے کہ اہل بیت سے محبت ہو جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ کتاب الوضو باب استعمال فضل الوضو، انسائی کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فی قرب النبیؐ

احبونی لحب اللّٰہ، واحبوا اھل بیتی لحبی۔ (ترمذی)

''اللہ کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بناء پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو۔''

پھر گھرانا بھی وہ کہ خود اللہ آخری صحیفہ آسمانی میں ان سے خطاب کرتا ہے اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے:

انما یریداللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (الاحزاب:۳۳)

''اے پیغمبرؐ کے گھر والو! اللہ کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کردے اور تمہیں ایسا پاک صاف کردے جیسا کہ پاک صاف کرنے کا حق ہوتا ہے۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ برس اور بعض روایتوں کے مطابق سات برس تھی۔البدایہ والنہایہ میں ہے:

کان الصدیق یکرمہ ویعظمہ وکذالک عمرؓ وعثمانؓ

''حضرت صدیق اکبرؓ حضرت حسینؓ کا احترام کرتے تھے اور ان کی تعظیم بجالاتے تھے اور یہی حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا۔''

صحابہ کرام کو جو محبت اور عقیدت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے تھی، اس کا سرچشمہ وہ وہی محبت اور والہانہ شیفتگی تھی جو صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی ذات گرامی سے تھی۔

اک بات اس میں پائی تھی شوخئ یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لٹا دی قضا کے ساتھ

پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہو، اس کی محبت اور یاد میں جو صبحیں اور شامیں بسر ہوجائیں، حاصل عمر رائیگاں ہیں۔ان کی مدح وتوصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں کم ہیں۔ان کی یاد روح کی پاکیزگی اور دل کی طہارت کا سامان

ہے۔

ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو۔ اگر اس میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص حسینؓ بن فاطمہؓ کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کرو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریب نفس ہے۔ صحابہ کرامؓ کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ کے موئے مبارک حتی کہ آپ کا لعاب دہن بھی انہیں عزیز تھا، پھر آہ صد ہزار آہ حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنت محمد ﷺ کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو، یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اُتر جائے تو تم ان کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

آہ! یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں، وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو۔ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت میں سے بھی تھے، وہ صرف صحابی ہی نہ تھے جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے۔ وہ صرف اہل بیت ہی سے نہ تھے محبوب بارگاہ رسالت تھے۔ پس حضرت حسینؓ کی شان میں گستاخی، ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوء ادب سراسر موجب حرماں ہے۔

از اللہ خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب[1]

[1] قربت کی راہیں، از سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ، صفحہ ۹۴

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے قلم سے:

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈنا چاہتی ہیں، اسی لئے فلسفہ تاریخ کے بانی اوّل ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنانا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا اتنی ہی افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے۔

تاریخ اسلام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاج بیان نہیں، خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے، بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے۔ جس قدر اس حادثہ پر بہے ہیں، تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے ہیں اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا، حسین رضی اللہ عنہ کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے۔[1]

سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے قلم سے:

جن کے احترام کو قائم رکھنے کے لئے نبی ﷺ نے وصیت فرمائی ہو:

وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَ عَلَى الْحَوْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْا فِيْهِمَا۔

(ترمذی)

"دیکھو! کتاب اللہ اور میری اولاد (اہل بیت) دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں، پس خیال رکھنا کہ

[1] انسانیت موت کے دروازے پر، ص ۷۸، ناشر مکتبہ محمدیہ ساہیوال

میرے بعد تم ان سے کس طرح کا سلوک کرتے ہو۔"

پس جس خاندانِ نبوت کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو اس کی محبت میں جتنی بھی گھڑیاں کٹ جائیں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوں اور ان کی تعریف و توصیف جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً روح کی سعادت اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے۔[1]

❀❀❀

[1] اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۳۷، ناشر مکتبہ طارق اکیڈمی، فیصل آباد

التماس سورة الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی — سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی — سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی — سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم بنت سید حامد حسین

حاجی شیخ علیم الدین — شمشاد علی شیخ — مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون — شمس الدین خان — و جملہ شہداء و مرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی، حسان ضیاء خان، سعد شمیم

ذوہیب حیدر، حافظ محمد علی، مسلم جعفری

اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد

Hassan

naqviz@live.com